ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ
فروری ۱۹۹۷ء

۲

○ مرزائی دجل و تلبیس
○ روشن خیالی

سید عطاء المحسن بخاری کی فکر انگیز تحریریں

امام الہند مولانا
ابوالکلام آزاد
سید ابو معاویہ ابوذر بخاری کی نایاب تحریر

مولانا سید
فضل الرحمن احرار
تحریکِ آزادی کے پُرجوش سپاہی کا تذکرہ

• ایرانی دھمکی اور
لاہور میں بم دھماکہ
• مولانا ضیاء الرحمن فاروقی کی شہادت

تجزیہ
ناکام طرزِ حکومت

انتخابی نتائج — بحران زدہ پاکستان — ایک نئے سیاسی بحران کے دوراہے پر

استعمار کے ضمنی پیداوار مذاہب اور قادیانیت

امت کے پہلے امام کا انتخاب

سیرت کی عظمت

ہر چیز کا غلط طریقہ استعمال اس کی عظمت کو کھو دیتا ہے۔

سیرت کی اپنی ذاتی عظمت کو تو دنیا کی کوئی طاقت نہیں ہلا سکتی اس لئے کہ صاحب سیرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دم قدم سے دنیا کی عزت و عظمت قائم ہے۔

اگر علماء حق اکابر امت میں سے ایسے لوگ نہ ہوتے جو سیرت کو صحیح معنوں میں بیان کرتے اور بیان کرنے سے پہلے سیرت کے متعلق اپنے وجود کو سیرت کے ساتھ مطابقت نہ دیتے یعنی سیرت کے حال میں خود نہ ڈھل جاتے، سیرت کو اپنے اوپر مسلط نہ کرلیتے، صاحب سیرت کے انوار اور آپ کی برکات کو اپنے وجود میں سمو نہ لیتے تو کبھی بھی آج نہ کوئی سیرت سنتا اور نہ بیان کرتا۔ جب نمونہ بیان کرنے والا ہی کوئی نہ ہوگا تو پھر نبی کی سیرت کیسے سمجھ آئے گی۔ جو شخص بھی ذکر نبی سے پہلے خود اتباع نبی کا نمونہ بن جائے گا اسے دیکھ کر لوگوں کے لئے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھنا اور سمجھ کر عمل کرنا آسان ہوجائے گا اور اس طرح سیرت کی عظمت خود بخود دل و دماغ کو تسخیر کرلے گی۔

اقتباس خطاب۔

جانشینِ امیرِ شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ

حاصل پور، ۲۶/اپریل ۱۹۷۵ء

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ، فروری ۱۹۹۷ء جلد ۸، شمارہ ۲، قیمت/۱۲ روپے

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مجلسِ ادارت

رئیس التحریر:
سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول:
سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ
حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
ذوالکفل بخاری ۔ قمر الحسنین
شمس الاسلام بہادی ۔ ابوسفیان تائب
محمد عمر فاروق ۔ عبداللطیف خالد
خادم حسین سید خالد مسعود

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک /۱۲۰ روپے
بیرونِ ملک /۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیل نو پرنٹرز، مقامِ اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ:	دل کی بات	سید محمد کفیل بخاری	۳
بلا تبصرہ:	ایرانی دھمکی اور لاہور میں دھماکہ	اخباری خبر	۶
قلم برداشتہ:	مرزائی دجل و تلبیس	سید عطاء المحسن بخاری	۸
" " "	روشن خیالی	" " "	۱۰
شخصیات:	مولانا ابوالکلام آزادؒ	سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ	۱۲
" " "	مولانا سید فضل الرحمن احرارؒ	سید سہیل گیلانی	۲۴
دین و دانش:	اُمت کے پہلے امام کا انتخاب	شاہ بلیغ الدین	۲۸
" " "	روزہ ......روح پروری یا تن پروری	حکیم محمد سعید	۳۱
ردِ مرزائیت:	استعمار کے ضمنی پیداوار مذاہب اور قادیانیت	ڈاکٹر سبطین لکھنوی	۳۳
کہکشاں:	حفاظت (ایک صحابیؓ رسول کے حفاظت ایمان کا واقعہ)	حکیم محمود احمد ظفر	۳۸
سفر نامہ:	حاصلِ زندگی	حبیب الرحمن بٹالوی	۴۰
سیاست:	جمہوریت ناکام طرزِ حکومت	علیم ناصری	۴۳
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُنکی	ساغر اقبالی	۴۶
" " "	جہالت ایک عظیم نعمت	حامد عثمان	۴۹
اخبارالاحرار:	کاروانِ احرار منزل بہ منزل	ادارہ	۶۰
حسنِ انتقاد:	تبصرہ کتب	ادارہ	۵۱
ترحیم:	مسافرانِ عدم	ادارہ	۵۶
شاعری:	حمد	پروفیسر عابد صدیق	۵۷
نظمیں:	وعدہ	پروفیسر جواد کریم	۵۸
" " "	میٹھے انگارے	ابوالاسرار رمزی	۵۹
" " "	ایہہ کیہو جئی جمہوریت اے	حکیم محمد اسمٰعیل	۶۱
" " "	پچیرو	سید کاشف گیلانی	۶۲

انتخابی نتائج

بحران زدہ پاکستان۔ ایک نئے سیاسی بحران کے دوراہے پر

بالآخر ۳ فروری کو پاکستان میں عام انتخابات ہوگئے۔ پاکستان کے گزشتہ تمام انتخابات کے مقابلہ میں اس مرتبہ ووٹ کی شرح انتہائی کم رہی ہے۔ جو دس سے بیس فیصد تک ہے۔ پولنگ اسٹیشنوں پر مایوس کن حاضری تھی۔ اُجڑے اُجڑے بے رونق کیمپ، جمہوریت کے خلاف سراپا احتجاج اور اس نظام بد پر اپنے عدم اعتماد کے اظہار کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ خود صدرِ مملکت نے ووٹ کا حق استعمال نہیں کیا۔ اور ۳ فروری کو الیکشن کمیشن کا دورہ کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ "شاید بار بار کے انتخابی عمل سے لوگ تنگ آگئے ہیں۔ اور اسی وجہ سے کم لوگوں نے ووٹ کا حق استعمال کیا۔ خود میں بار بار انتخاب میں حصہ لیکر تنگ آگیا ہوں۔" یہ صدر مملکت کی گفتگو ہے۔ اور انہوں نے یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ عوام کی اکثریت انتخابی عمل سے الگ تھلگ رہی اور یہ جمہوری نظام اور سیاست دانوں کے خلاف عوام کا بھرپور عدم اعتماد تھا۔ عوام ووٹ کے تقدس کی حقیقت بھی جان چکے ہیں کہ یہ تقدس صرف ایک دن کا ہوتا ہے۔ جھوٹا تقدس..... جو کوئی بھی مقتدر کسی بھی وقت پامال کرسکتا ہے۔

انتخابی اکھاڑے میں اصل مقابلہ تو مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی میں تھا اور مسلم لیگ واضح اکثریت کے ساتھ اسمبلیوں میں پہنچی ہے۔ اے این پی اور ایم کیو ایم تیسرے درجے کی پارٹیاں ہیں۔ جو ملک گیر نہیں مگر سندھ اور سرحد میں ان کی نمائندگی مضبوط ہے۔ تحریک انصاف کی اوقات تو بالکل واضح ہے۔ مذہبی جماعتوں میں جماعت اسلامی نے دھرنا اور احتساب کی مہم کی وجہ سے انتخابی عمل کا بائیکاٹ کیا۔ جمعیت علماء پاکستان نے بھی حالات کا رخ دیکھ کر بائیکاٹ میں ہی عافیت سمجھی، جمعیت علماء اسلام نے اسلام کی بجائے جمہوریت پر یقین کرتے ہوئے انتخابی عمل میں بھرپور حصہ لیا اور اس کی "فتوحات" بھی قوم کے سامنے ہیں۔

امکان غالب یہی ہے کہ حالیہ انتخابات کے نتیجہ میں نواز شریف حکومت بنائیں گے۔ بے نظیر انتخابی نتائج پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے دھاندلی کا الزام لگائیں گی۔ اور باقی شکست خوردہ چھوٹی چھوٹی سیاسی جماعتوں کو پھر جمہوریت کی بحالی کے لئے اکٹھا کرنا شروع کردیں گی۔ یوں بحران زدہ پاکستان ایک نئے سیاسی بحران کے دوراہے پر ہوگا۔ اور پھر تحریک بحالیٔ جمہوریت شروع ہوجائے گی۔ نگران وزیر اعظم ملک معراج خالد نے سچ کہا ہے کہ "جمہوریت کی بحالی کے لئے ہم آدھا ملک گنوا بیٹھے"۔

مجلس احرارِ اسلام ایک طویل عرصہ سے اپنا یہ مؤقف بیان کررہی ہے کہ جمہوریت ایک مشرکانہ اور کافرانہ نظامِ ریاست ہے۔ اس کے ذریعے نہ اسلام نافذ ہوسکتا ہے اور نہ اسلامی معاشرہ قائم رہ سکتا ہے۔ پاکستان کی دینی سیاسی جماعتوں کو اب تو سمجھ لینا چاہئیے۔ کہ انہیں کس طرح انتخابی عمل سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا ہے۔ اور ان کی حیثیت صفر کردی گئی ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ دینی جماعتوں کے رہنما مل بیٹھیں، پاکستان میں اپنے مستقبل اور سیاسی کردار پر غور کریں اور طے کریں کہ اسلام کا نفاذ اور ملک و قوم کی نجات..... جمہوریت میں نہیں جہاد میں ہے۔ جمہوریت نے انہیں بڑی ذلت کے ساتھ مسترد کردیا ہے اور دینی جماعتیں، جمہوریت پر ہزار لعنت بھیج کر اسے مسترد کردیں۔

مولانا ضیاء الرحمن فاروقی کی شہادت

۱۸ جنوری کو لاہور میں سپاہِ صحابہ پاکستان کے مرکزی رہنماء مولانا ضیاء الرحمن فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق کو سیشن کورٹ میں ایک مقدمہ میں پیش کرنے کے لئے لایا گیا۔ جونہی وہ پولیس گاڑی سے باہر نکلے، کارکنوں نے ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں اور خیر مقدمی نعرے لگائے۔ اسی دوران بم کا خوفناک دھماکہ ہوا، جس کے نتیجے میں مولانا ضیاء الرحمن فاروقی سمیت تقریباً تیس افراد جاں بحق ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جاں بحق ہونے والوں میں پولیس کی خاصی تعداد ہے۔ پولیس کے مطابق اس نے اس سانحہ کا ملزم گرفتار کر لیا ہے۔ جس کا نام "محرم علی" ہے اور اخبارات میں اس کی تصاویر بھی شائع ہوچکی ہیں۔ پولیس ہی کے موقف کے مطابق محرم علی پہلے بھی دہشت گردی کے ایک مقدمہ میں ملوث ہے اور آج کل ضمانت پر تھا۔ محرم علی نے ریموٹ کنٹرول سے بم دھماکہ کیا اور پولیس نے وہ ریموٹ اس سے برآمد کر لیا ہے۔

۱۷ جنوری کے اخبارات میں ایرانی حکومت کی طرف سے پاکستان میں شیعہ مکتب فکر پر مظالم کے حوالے سے ایک دھمکی آمیز بیان شائع ہوا تو اس کے جواب میں مولانا ضیاء الرحمن اور مولانا محمد اعظم طارق نے جیل سے مشترکہ بیان جاری کیا جو ان کی شہادت کے روز ۱۸ جنوری کے اخبارات میں شائع ہوا۔

(۱) مولانا ضیاء الرحمن اور مولانا محمد اعظم طارق گزشتہ کئی ماہ سے مسلسل اس خدشے کا اظہار کر رہے تھے کہ ہمیں قتل کرنے کی سازش ہورہی ہے۔

(۲) سیشن جج لاہور نے ۱۰ بجے صبح مطلع کیا کہ آج سماعت نہیں ہوگی اور مولانا فاروقی اور مولانا اعظم طارق کو عدالت میں لانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے باوجود انہیں عدالت میں لایا گیا۔ اور بارہ بجے دوپہر یہ سانحہ پیش آگیا۔

ان سوالات کا اب تک کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا کہ جب عدالت نے سماعت ملتوی کردی تھی تو مولانا کو کورٹ میں کیوں لایا گیا؟ اور مولانا کی طرف سے مبینہ دہشت گردی کے خدشات کے اظہار کے باوجود ان کے لئے حفاظتی انتظامات کو سخت کیوں نہ کیا گیا؟ اس حادثہ کے نتیجہ میں پورے ملک میں عدم تحفظ کی فضاء قائم ہوئی ہے اور یہ بات طے ہے کہ اب پاکستان میں کوئی بھی شخص محفوظ نہیں۔ حکومت نے اس حادثہ کے بعد فیصلہ کیا کہ آئندہ ایسے مقدمات کی سماعت جیل میں ہی ہوگی۔ اے کاش! حکومت یہ فیصلہ اس حادثہ سے پہلے کرتی۔

سپاہ صحابہ پاکستان کے بانی مولانا حقنواز، مولانا ایثار القاسمی اور دیگر علماء کارکنوں اور دوسرے درجہ کی قیادت کے بہت سے افراد گزشتہ پانچ برسوں میں مبینہ دہشت گردی کا نشانہ بنے اور شہید کر دیئے گئے۔ جس کا ردعمل یقیناً اچھا نہیں ہوگا۔

ہم انہی صفحات میں بار بار لکھ چکے ہیں کہ ہمسایہ ملک ایران پاکستان میں شیعہ فرقہ کی ہر حوالے سے بھرپور مدد کر رہا ہے۔ ایران اپنا انقلاب پاکستان میں برپا کرنا چاہتا ہے۔ خانہ فرہنگ ایران کی سرگرمیاں خطرناک اور قابل تشویش ہیں۔ ایران پاکستان میں مذہب کے نام پر کھل کر مداخلت کر رہا ہے اور حکومت اس کا کوئی سدباب نہیں کر رہی۔ فرقہ وارانہ فسادات اس کا منطقی نتیجہ ہیں۔

اب انتخابات کے نتیجہ میں جو بھی حکومت برسراقتدار آئے گی اسے ترجیحی بنیادوں پر پاکستان میں ایران کی فرقہ وارانہ مداخلت کو روکنا ہوگا۔ ورنہ یہ آگ بجھنے کی نہیں اور بھڑکے گی اور اسکے شعلوں سے خود حکمران بھی نہیں بچ سکیں گے۔

مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید رحمۃ اللہ کے قتل میں ملوث نامزد ملزموں کو گرفتار کیا جائے اور مقدمہ چلا کر سازش کو بے نقاب کیا جائے۔ اصل مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

احمدی نہیں "قادیانی"

کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مطالبہ و احتجاج پر حکومت نے وزارت داخلہ کے اس حکم کو واپس لے لیا ہے جس میں قادیانیوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ پاسپورٹ فارم پر اپنے آپ کو قادیانی کی بجائے "احمدی" لکھیں۔ ۲۵ جنوری کو گورنر پنجاب خواجہ احمد طارق رحیم نے مجلس عمل کے وفد کو ملاقات میں بتایا کہ حکومت نے سابقہ فیصلہ واپس لے لیا ہے اور قادیانیوں کے بارے میں آئین میں طے شدہ الفاظ کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ یہ فیصلہ بظاہر تو بڑا خوش کن ہے مگر ایک پہلو سے ابھی تک نامکمل ہے۔ حکومت کی طرف سے اس تازہ فیصلے کا باقاعدہ نوٹیفکیشن ابھی تک جاری نہیں ہوا۔ اس لئے یہ وضاحت ناکافی ہے۔ اس سے قبل توہین رسالت کی سزا کے قانون میں ایف آئی آر کے اندراج کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی تفتیش کے ساتھ مشروط کیا گیا تھا۔ پھر اعلان کیا گیا کہ یہ ترمیم نہیں کی جارہی لیکن عملاً اس پر عمل ہورہا ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت امریکی پالیسیوں پر عمل کرنے کی بجائے اپنے آئین پر عمل کرے اور غیر مسلم اقلیتوں کی جو حیثیت آئین میں طے ہوچکی ہے اسی کو قائم و بحال رکھے۔ نیز قادیانیوں کے بارے میں نئے فیصلے کا باقاعدہ نوٹیفکیشن جاری کرے اور قادیانیوں کے بارے میں امریکی وزارت خارجہ کی رپورٹ کو مسترد کرنے کا واضح اعلان کرے۔

سید عطاء المہیمن بخاری نے مرزا طاہر کا چیلنج قبول کرلیا

مرزا طاہر اپنے شہر ربوہ میں جب چاہے آکر مجھ سے مباہلہ کرلے

مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماء اور مدرسہ ختم نبوت ربوہ کے منتظم ابن امیر شریعت، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے مرزا طاہر کادیانی کی طرف سے مسلمانوں کو کئے گئے مباہلہ کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ مرزا طاہر، ربوہ کے "اقصیٰ چوک" یا "ایوان محمود" سمیت جہاں چاہے اور جب چاہے مجھ سے مباہلہ کرلے۔ انہوں نے کہا کہ مرزا طاہر نے اس سے قبل بھی مسلمانوں کو مباہلہ کا چیلنج کیا تھا اور ہم سب نے اس کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے مباہلہ کی دعوت دی تھی۔ حتیٰ کہ مرزا طاہر برطانیہ میں بھی ہمارا سامنا کرنے کی بجائے خود مباھلہ سے فرار ہوگئے تھے۔ ہم آج بھی مرزائیوں کے مرکز ربوہ میں مرزا طاہر کی آمد کے منتظر ہیں۔ وہ جس وقت چاہے آجائے ہم مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ اگر مرزا طاہر اپنی زبان پر قائم رہتے ہوئے ہم سے مباہلہ کرلے تو ان شاء اللہ اس کا منہ کالا ہوگا اور وہ دنیا بھر میں عبرت کا نشان بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حق کی فتح ہوگی اور باطل ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوگا۔

صاحب زادہ یعقوب سے مطالبہ کیا کہ انتہاپسندوں کو شیعوں کے قتل سے روکا جائے، یہ پاکستان کی سلامتی اور مسلمانوں میں اتحاد کو نقصان پہنچا رہے ہیں، ایرانی ڈپٹی سپیکر

ایران اور پاکستان کے تعلقات اتنے مضبوط ہیں کہ کسی مسئلہ یا علاقائی معاملے سے متاثر نہیں ہو سکتے، صدر ہاشمی رفسنجانی نے دونوں ممالک کے وزراء خارجہ کے مذاکرات میں نظریاتی ہم آہنگی پر مسرت کا اظہار کیا

پاکستان اہل تشیع پر تشدد کرنے والوں کو لگام دے: ایران

تہران (اے ایف پی) ایران نے پاکستان پر زور دیا ہے کہ اہل تشیع پر تشدد میں معروف انتہاپسند گروپوں کو لگام دی جائے۔ ایران کی سرکاری خبر ایجنسی ارنا کے مطابق ایرانی پارلیمنٹ کے ڈپٹی سپیکر حسن روحانی نے پاکستان کے وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب سے مذاکرات کے حوالے سے بتایا ہے کہ ہم نے اسلام آباد سے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان میں انتہاپسند گروپوں کو مزید قابو میں رکھا جائے اور انہیں اہل تشیع کے قتل سے روکا جائے۔ حسن روحانی نے کہا کہ یہ گروپ پاکستان کی سلامتی اور مسلمانوں میں اتحاد کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایجنسی فرانس پریس نے "ارنا" کے حوالے سے یہ خبر دیتے ہوئے پنجاب خصوصاً لاہور اور ملتان میں شیعہ رہنماؤں کے قتل کے حالیہ واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے یاد دلایا ہے کہ ایران نے ماضی میں بھی انتباہ کیا تھا اور پاکستان میں انتہا پسند سنی تنظیم "سپاہ صحابہ" کا خاص طور پر ذکر کیا تھا۔ ایران نے سپاہ صحابہ کا تعلق جنوب مشرقی ایران میں اہل تشیع کیخلاف سرگرمیوں سے بھی جوڑا تھا۔

روزنامہ "جنگ" لاہور جمعہ، ۱۷ جنوری ۱۹۹۶ء

شیعہ سنی فسادات کا ذمہ دار ایران ہے، ثبوت دے چکے ہیں، سپاہ صحابہ

ایرانی انقلاب سے پہلے پاکستان میں 40 برس تک کوئی شیعہ سنی فساد برپا نہیں ہوا تھا، ضیاء الرحمٰن فاروقی۔ اعظم طارق

لاہور (پ ر) سپاہ صحابہ کے رہنماؤں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا اعظم طارق نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں ایرانی ڈپٹی سپیکر حسن روحانی کے بیان کی شدید مذمت کرتے ہوئے الزام لگایا کہ پاکستان میں شیعہ سنی فسادات کا ذمہ دار ایران ہے۔ کوٹ لکھپت جیل سے جاری کردہ ایک بیان میں انہوں نے کہا کہ ایرانی انقلاب سے پہلے پاکستان میں 40 برس تک کوئی شیعہ سنی فساد برپا نہیں ہوا تھا آج اگر ایران پاکستان میں اپنے کلچرل سنٹر، اسلحہ اور ڈالر بند کر دے تو فسادات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ مولانا اعظم طارق نے کہا کہ پاکستان کے مذہبی فسادات سے متعلق دستاویزی ثبوت وہ قومی اسمبلی میں پیش کر چکے ہیں ادھر جمعیت علماء اسلام (ف) لاہور کے سیکرٹری اطلاعات حافظ ندیم شہزاد نے ایرانی ڈپٹی سپیکر حسن روحانی کے بیان کو پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا ایرانی ڈپٹی سپیکر کے بیان سے نہ صرف مذہبی منافرت بڑھے گی بلکہ لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات بھی بڑھیں گے۔ حافظ ندیم شہزاد نے مطالبہ کیا کہ حکومت پاکستان کو ایران کے ڈپٹی سپیکر کے بیان کا نوٹس لینا چاہئے۔

روزنامہ "جنگ" لاہور ہفتہ، ۱۸ جنوری ۱۹۹۶ء

ایرانی سپیکر کے بیان کے اگلے روز دھماکہ ہو گیا

لاہور (کے پی آئی) ایرانی سپیکر سے منسوب ایک غیر ملکی ادارے کی خبر پاکستانی اخبارات میں شائع ہونے کے ایک ہی روز بعد سپاہ صحابہ کے اہم ترین رہنماؤں کو نشانہ بنا لیا گیا۔ مذکورہ خبر میں ایرانی سپیکر کے حوالے سے کہا گیا تھا کہ پاکستان اہل تشیع پر تشدد کرنے والوں کو لگام دے۔

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۹ جنوری ۱۹۹۶ء

مہدی معاویہ (لاہور) اخبار الاحرار

کادیانیوں کو "احمدی" لکھنے کا فیصلہ واپس

❊ جو کادیانی غیر مسلم کی جگہ مسلم والے خانے میں اپنا نام لکھے گا اس کے خلاف آئین اور قانون کے مطابق کارروائی ہوگی۔

❊ مجلس احرار اسلام مرزائیوں کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کرے گی۔ (سید عطاء المہیمن بخاری)

❊ **کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا مطالبہ حکومت نے تسلیم کر لیا۔**

گزشتہ ماہ وزارت داخلہ نے ایک حکم کے تحت غیر مسلم اقلیت کادیانیوں کو اختیار دیا تھا کہ وہ پاسپورٹ پر مذہب کے خانے میں اپنے آپ کو کادیانی کی بجائے "احمدی" لکھ سکتے ہیں۔ اس حکم کے خلاف کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں شامل تمام دینی جماعتوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ آئین میں کادیانیوں کی طے شدہ حیثیت کو نہ چھیڑا جائے اور حکومت امت مسلمہ کے متفقہ عقیدے کے خلاف یہ حکم واپس لے۔ چنانچہ ۱۸ جنوری کو مسجد شہداء لاہور میں احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما سید عطاء المہیمن بخاری اور مجلس عمل کے دیگر رہنماؤں نے خطاب کیا۔ اور حکومت سے فیصلہ واپس لینے کا مطالبہ کیا۔

علاوہ ازیں ۱۴ جنوری، ۲۱ جنوری اور ۲۵ جنوری کو لاہور میں مجلسِ عمل کے مختلف اجلاس ہوئے اور گورنر پنجاب سے مجلسِ عمل کے وفود نے انہی تاریخوں میں تین ملاقاتیں کرکے انہیں مسلمانوں کے مؤقف سے آگاہ کیا۔ ان اجلاسوں میں مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل محمد خان لغاری، سیکرٹری اطلاعات مولانا زاہد الراشدی، ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ، جناب ظفر اقبال ایڈووکیٹ، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، عارف سلمان روہڑی، صاحبزادہ طارق محمود، احمد معاویہ، قاری عبدالحمید قادری، میاں مسعود احمد، جنرل ایم ایچ انصاری، علامہ عبدالرؤف قریشی اور لیاقت بلوچ شریک ہوتے رہے۔

قانونی مشاورت کے لئے قائم کمیٹی کے ارکان جناب محمد اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ، جناب محمد رفیق باجوہ ایڈووکیٹ، جناب نذیر احمد غازی ایڈووکیٹ اور جناب ظفر اقبال چودھری ایڈووکیٹ نے بھرپور تعاون کیا۔

۲۵ جنوری کو گورنر پنجاب نے مجلس عمل کے وفد سے آخری ملاقات میں مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے سابقہ فیصلہ واپس لینے کا اعلان کیا۔

بقیہ ص ۴۸ پر دیکھیں

قلم برداشتہ ۔ سید عطاء المحسن بخاری

مرزائی دجل و تلبیس

مرزائی اپنی نشأۃ ثانیہ کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اپنے ویجیٹیبل اخلاق سے کچھ بڑوں کو متاثر کر کے سیاسیات میں "حصہ" ڈال رہے ہیں۔ اور بہ صورت اقتدار ایک بڑا حصہ لینا چاہتے ہیں۔ جو سازش، مکر، فریب اور دھوکے سے ممکن ہے۔ مرزائیوں کے آقا مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریز کو یقین دلایا کہ "مسلمانوں کے فرقوں میں مرزائی ایک نیا فرقہ ہیں جو مسلمانوں کے باقی فرقوں کے مقابلے میں حکومت کے بہت خیر خواہ ہیں، آج بھی مرزائیوں کا طریقۂ واردات یہی ہے کہ وہ اندرونِ ملک و بیرونِ ملک عام لوگوں کو اور خواص کو حکمرانوں سے مل کر انہیں یقین دلاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کا ایک جدید فرقہ ہیں اور پھر جو سہولتیں تبلیغِ اسلام کے نام پر مسلمانوں کو ملتی ہیں وہ یہ کافر لے جاتے ہیں اور جب مسلمانوں کا کوئی تبلیغی وفد بیرونِ ملک اسلام کی سچی تبلیغ کے لئے جاتا ہے تو اس ملک کے لوگ پوچھتے ہیں، وہ لوگ کون ہیں جو تم سے پہلے یہاں آئے ہیں۔ جب انہیں بتایا جاتا ہے تو ایک طرف تو پاکستان کی بدنامی ہوتی ہے کہ پاکستانی اسلامی نمائندے ہی کافر ہیں دوسری طرف براہ راست اسلام کو زک پہنچتی ہے کہ ایسا گندہ عقیدہ رکھنے والے لوگ اسلام کے نمائندے ہیں۔ جبکہ اسلام ایک آفاقی دین ہے۔ اس کے بعد کوئی نیا دین نہیں اور نہ ہی کوئی نیا دین پہنچانے والا نیا نبی آئے گا۔ دین مکمل ہو چکا اور اس کی تکمیلی صورت پر اللہ پاک بھی راضی ہیں۔ اس کے علاوہ نام نہاد مذہبی عناوین میں کسی بھی عنوان کے تحت پھیلائے گئے مذہبی رجحان کو کفر وارتداد ہی کہا جائے گا، ضلالت و ذلت کہا جائے گا۔ دین میں اضافہ، ترمیم، تنسیخ اور تحریف کہا جائے گا اسکے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت نہیں ہو سکتی۔ ان لوگوں کو دین اسلام کی کسی نئی تعبیر کا اہل نہیں سمجھا جائے گا اور نہ اس تاویل و تعبیر کا حقدار مانا جائے گا۔

دین کی جو تعبیر سیدنا و مولانا خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے بتائی تھی وہی مانی جائے گی، وہی تسلیم کی جائے گی اور ایسے شخص کو معتبر و مؤمن مانا جائے گا جو دین کی وہی تعبیر و تاویل اور تشریح مانتا ہو۔

اس لئے ہم مسلمان جو اجتماعی طور پر (تمام فرقوں سمیت) مرزائیوں کو کافر و مرتد مانتے ہیں، ان کی اسی بے وصفی کی وجہ سے کہ انہوں نے دین کی وہ تعبیر قبول کی جو خلاف اسلام ہے۔ مثلاً اللہ کے نبی کا حکم

ہے۔ "خالفوا الیھود والنصاریٰ" یہودیوں اور عیسائیوں کی مخالفت کرو۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی اشرار الناس اولاد روزِ اوّل سے آج تک فرنگی، اسکے حلیفوں، ٹوڈیوں اور ایجنٹوں کی قصیدہ خوانی کو وظیفۂ حیات بنائے ہوئے ہے۔ آقاء نامدار ﷺ فرماتے ہیں "یہودیوں اور فرنگیوں کی مخالفت کرو" انگریز کا صاحب اولاد خود کاشتہ پودا کہتا ہے۔ "انگریزی حکومت کی تابعداری کروڈ، اسے اللہ کی رحمت سمجھو، اسکے ساتھ جہاد نہ کرو، اسکی مخالفت نہ کرو۔"

اس پر طرہ یہ کہ دعویٰ ہے حضورپرنور ﷺ کی اطاعت کا! میں پوچھتا ہوں یہ اطاعت ہے تو مخالفت کسے کہتے ہیں؟ اسکا عنوان کیا ہوتا ہے؟

اللہ کے آخری رسول و نبی کا ارشاد ہے:

لعن اللہ الیھود و النصاریٰ اتخذوا قبورا نبیائھم مساجد

اللہ نے یہود و نصاریٰ (فرنگی) پر لعنت اس وجہ سے کی کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ مرزا غلام احمد اور اسکی ذریت البغایا

یہودیوں کے دوست　　　فرنگی کے دوست

فرنگی کے خود کاشتہ پودے

فرنگی کی حکومت کو ہندوستان میں اللہ کی رحمت کہنے والے

فرنگی کی مدح و توصیف میں ساری عمر بتا دینے والے

ملکہ وکٹوریہ جیسی کافرہ فاحشہ خبیثہ کو صدیقہ اور خدا کا نور کہنے والے اور آخر میں غلام احمد کا پوتا فرنگیوں کی نصرت اور تائید سے سفید کافرستان (برطانیہ) میں پناہ لیکر جہنم کی راہ ہموار کرنے والے

کیا ایسے لوگ بھی اللہ کے نیک، شریف، صالح برگزیدہ بندوں میں شامل ہیں؟

امتوں کی ہدایت کا کام کرنے والے فرنگی کے ہی معتمد ہو سکتے ہیں؟ فرنگیوں نے سیدنا مسیح مقدس عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں پر صرف اس لئے اعتماد نہیں کیا کہ انہوں نے عیسائیوں کی یہودیانہ روش کو کفر کہا اور انہیں کافر کہا، جبکہ مرزا غلام احمد کادیانی نے ان فرنگیوں کو اللہ کی رحمت کہا۔

ببیں تفاوتِ راہ کہ از کجاست تا بہ کجا

* سیدنا معاویہ پر اعتراضات کا علمی تجزیہ
پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی (قیمت =/200 روپے)
* تضادات مرزا قادیان　　مولانا مشتاق احمد (قیمت =/30

روشن خیالی

میں حیران رہ گیا جب میں نے حروف و الفاظ کے ناطوں اور خیال و فکر کے زاویوں کو زمانے کی گردشوں کے علی الرغم باہم ملتے، ہم آغوش ہوتے اور نوکِ زبان پر مچلتے دیکھا۔ یکسانیت، یگانگت اور ادائیگی میں انہیں باہم متصل پایا۔ دیکھنے سننے میں بھی فرق تک نہ رہا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے دو جسم مختلف زبانوں میں ایک ہی جیسے رنگ و بو بکھیرنے میں مصروف ہیں۔ خیال، سوچ، فکر، دھیان ہمسایوں کی طرح ایک ہی لائن میں رہتے ہیں اور مختلف سمتوں میں انکا سفر رہتا ہے۔ دماغ کی باریک شریانوں سے لیکر مغز کی حرکاتی و تکنیکی بھول بھلیوں تک کے سفر میں یہ کہیں نہیں رکتا۔ مذہبی خیالات ہوں یا مذہب بیزار سوچ، دونوں اس خوش خیالی میں مگن ہیں کہ ہم روشن خیال ہیں۔ ایک عام جیالے سے لیکر زرداری تک سب اپنے آپ کو روشن خیال، بے نظیر صاحبہ کے آفتابی خیال کی کرنیں سمجھتے ہیں اور ان کرنوں کے پھیلانے میں اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ غالب کا مصرع بھی ان سے پیچھے رہ گیا غالب بے چارے کو اس دور کا نقشہ نظر آتا تو وہ کہتا

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے "غرّاتا"

مگر برا ہو اس مطالعے کا کہ یہ آدمی کو روشن طبع بنا کے پٹوانا چاہتا ہے۔ میں کل مطالعے کی چارپائی پر دراز ہوا تو میں نے محمد اسمٰعیل نظامی کی کتاب "پاکستان اور اسلامی حکومت کی تشکیل" (مطبوعہ ۱۹۴۷ء) پڑھنے کے لئے اٹھائی لیکن نظامی صاحب نے بہت مایوس کیا اور انہی نظامی صاحب پر کیا موقوف یہاں تو اکثر "نظامیوں" نے نظامِ کفر کی ترویج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور آنے والوں کو مایوسیوں کے سوا کچھ نہ دے سکے۔ نظامی صاحب لکھتے ہیں۔

"دادا بھائی نوروجی مسٹر محمد علی جینا کی قانونی قابلیت اور انکی سیاسی فراست کا حال سن کر بہت خوش ہوئے اور محمد علی کو اپنا سیکرٹری مقرر کر لیا۔ دادا بھائی بہت بڑے مدبر اور سیاست دان تھے۔ ان کے ساتھ رہنے سے محمد علی کی سیاسی بیداری میں اور بھی اضافہ ہوا"۔ (ص ۲۱۷)

نظامی صاحب حقیقتوں کے چراغ روشن کرتے ہوئے رقم طراز ہیں.....

"۱۹۱۳ء میں مسٹر جینا انگلستان تشریف لے گئے۔ مسٹر گوکھلے آپ کے ہم سفر تھے۔ مسٹر گوکھلے جینا صاحب کی سیاسی قابلیت اور ان کے ملکی خدمت کے جذبہ کو دیکھ کر ان کے گرویدہ ہو گئے"!

نظامی صاحب تاریکیوں کی ایک دیوار گراتے ہیں اور لکھتے ہیں....

"مسٹر جینا ۱۹۱۵ء میں کانگریس کے وفد کے ہمراہ ایک مؤقر رکن کی حیثیت سے انگلستان تشریف لے گئے اور انگلستان میں ہندوستانیوں کے آئینی نظریات کو ایسے عمدہ اسلوب اور طریق کار سے پیش کیا کہ تمام یورپ میں اب آپ کی قابلیت اور شہرت کا سکہ بیٹھ گیا۔ جب تک مسٹر گوکھلے زندہ رہے مسٹر جینا کانگریس میں شامل رہے!" (ص ۲۱۸)

یہ عبارتیں، یہ حقیقتیں اور یہ شہادتیں پڑھ کے میں تو ورطۂ حیرت میں گم ہو گیا کہ نظامی صاحب نے تو سب کچھ ہندوؤں کی گود میں ڈال دیا۔ حتیٰ کہ مسٹر محمد علی "جینا" جو بعد میں کچھ "نظامیوں" کے ہاتھوں ہی محمد علی "جناح" بنے وہ بھی دادا بھائی نوروجی اور مسٹر گوکھلے کی سیاسی اور تدبیری گود میں پرورش پاتے نظر آتے ہیں۔ یہی وہ جرم ہے جو بعض نیشنلسٹ مسلمانوں نے کیا اور ان کا جرم بے گناہی آج تک معاف نہیں ہو سکا۔ جبکہ مسٹر محمد علی جینا صاحب کے لئے یہی دور طرۂ امتیاز بنا دیا گیا۔ میں نے اس کتاب لاجواب کے جوابات کو پڑھ کر برصغیر کی تاریخ کا ایک پرچہ حل کر لیا۔ طبیعت میں "مایوسیوں" کا اندھیرا چھانے لگا تو میں نے "روشنیوں" کا دریچہ کھولنے کے لئے جامعہ ملیہ دہلی سے نکالے گئے "سپوت" رئیس احمد جعفری کی کتاب "قائداعظم اور ان کا عہد" اٹھائی اور ورق گردانی شروع کر دی۔ جیسے زمانہ اپنے مختلف رنگوں میں مختلف کروٹیں بدلتا ہے یوں اس کتاب نے رنگ اور کروٹ بدلی..... کمال رعنائی و دانائی سے! دانائیوں کی جعفری پوٹ کے صفحہ ۴۸۸ پر پہنچا تو ایک "شمع" روشن روشن نظر آئی جسکی روشنی میں مجھے "روشن خیال" نظر آنے لگے اور ان کی روشن خیالی پر بھی تعجب کرنے کو جی چاہا مگر میں نے جی کڑا کر کے تعجب کو عجائبات تہذیب نو کا فرزند اصغر سمجھ لیا۔ رئیس جعفری گاندھی کی درگت بناتے ہوئے ایک حوالہ پنڈت جواہر لال نہرو کی تحریر کا دیتے ہیں۔ کہ پنڈت جی نے لکھا.....

"بعض اوقات میں پریشان ہو جاتا تھا کہ سیاست میں مذہب کو اتنا دخل کیوں ہے؟ مولانا، مولوی اور سوامی اپنی تقریروں میں جو کچھ کہتے ہیں اسے سن کر مجھے سخت صدمہ ہوتا تھا۔ مجھے ان کی تاریخ، عمرانیات اور اقتصادیات سب غلط معلوم ہوتی تھیں۔ ہر چیز کو مذھبی رنگ دے دینے سے روشن خیالی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔" (میری کہانی حصہ اوّل ص ۱۲۹)

میری محدود فکر کا روشن روشن دریچہ کھلتے ہی میں لامحدود وسعتوں میں کھو گیا۔ میں آدھی صدی پیچھے کی طرف لوٹ گیا اور یقین و بے یقینی کے عالم ناسوت میں تاریخی ڈبکیاں کھانے لگا۔ یا اللہ! کفار پچاس برس پہلے "روشن خیال" تھے۔ اور ہم ۱۹۹۶ء میں روشن خیال بن رہے ہیں یا ابھی تانا بانا بن رہے ہیں۔ یہ بے نظیر صاحبہ کی وزارت عظمیٰ کا کمال ہی تو ہے کہ نہرو کی تحریر کے پچاس برس بعد، پاکستان میں نہرو کی مطلوب و مقصود "روشن خیالی" کے برملا اقرار و اعتراف اور کھلم کھلا اظہار و ارتکاب کی راہیں "روشن" ہو رہی ہیں۔ ورنہ حمید نظامی، مجید نظامی کے "نوائے وقت" ملبے تلے تو اسمعیل نظامی کے بیان کردہ عقائد کے "اسوۂ روشن خیالی" کو کراہتے پچاس سال ہو گئے۔ اور کوئی شنوائی نہیں۔

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کی ایک یادگار تحریر ہدیۂ قارئین ہے۔ جو آپ کی زیر ادارت شائع ہونے والے ادبی مجلہ "سہ ماہی مستقبل"، رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ سے ماخوذ ہے۔ تب مولانا آزاد بقید حیات تھے۔ اس تحریر میں حضرت ابوذر بخاری مرحوم کا منفرد اسلوب اور خاص رنگ ہے جو فی الواقعہ ایک ادبی شاہکار ہے۔

(ادارہ)

ابوالکلام آزاد:۔

سروقد، دوہرا بدن، گورا گلابی رنگ، ایرانی وضع کی بڑی بڑی آنکھیں، کتابی چہرہ، سفید چھوٹی داڑھی، آواز سریلی اور بلند، لہجہ پرشکوہ اور متین، مزاج میں تمکنت اور وقار، طبیعت میں شوخی اور ظرافت، احمد نام محی الدین لقب، ابوالکلام کنیت، آزاد تخلص، تاریخی نام آپ کے والد مرحوم نے "فیروز بخت" تجویز کیا تھا۔ خاندانی وطنِ مالوف ایک مدت سے دہلی ہے انقلاب ۵۷ء کے ایک باغی گھرانے میں ہندوستان کے ایک مقتدر خانوادۂ علم و فضل کے فاروقی چشم و چراغ مولانا خیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں مکہ مکرمہ کے محلہ قدوہ میں متولد ہوئے۔ چار سال تک وہیں رہے۔ بقیہ زمانۂ طفولیت حضرت والد مرحوم کے ہمراہ بسلسلۂ تجارت بلاد عربیہ میں بسر ہوا۔ وہیں پر علمی استفادہ کی ابتدا ہوئی۔ خصوصاً عراق میں صاحبِ تفسیر روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی بغدادی مرحوم کے فرزند کے پاس استفادہ کا اچھا موقع میسر آیا۔ بلحاظ روایت معتبرہ عہد شعور الازہر میں پروان چڑھا۔ لیکن تحقیق یہی ہے کہ مولانا نے کسی خاص درگاہ میں تعلیم نہیں پائی۔ بلکہ والد مرحوم کی نگرانی میں گھر پر ہی اساتذہ علماء سے تکمیل علوم کی خود مولانا نے بھی اپنے حالات میں اس کی تصریح کی ہے واللہ اعلم تقریباً ۱۵ برس کی عمر میں ہندوستان وارد ہوئے۔ قیامِ مصر کے عہد میں سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اور ان کے افکار سے طبیعت نے کافی اثر قبول کیا۔ یہاں پہنچ کر ابتداءً ہی علوم و فنون کی بڑی بڑی ادق اور بلند پایہ کتب آپ کی مشقِ تدریس میں آئیں۔ مطول (معانی) ہدایہ اخیرین (فقہ) میر زاہد (منطق) وغیرہا کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہاں کے جن علماء سے استفادہ کیا۔ ان میں مولانا شبلی نعمانی مرحوم سرِ فہرست ہیں۔ علم و فضل خاندانی طغریٰ اور امتیاز ہے۔ تفقہ و تدبر وراثتاً پایا۔ بے پاں قوت حافظہ و ملکہ ضبط و اتقان خلّاقِ اکبر نے بتمام و کمال ودیعت فرمایا ہے۔ مادری زبان عربی ہے۔ اردو والد مرحوم کی طرف سے مشقِ تکلم میں آئی۔ خداداد ذہانت و فطانت ان کے فکری استعلاء اور علمی تبحر کے لئے سونے پر سہاگے کا کام دے گئی۔ چنانچہ نوعمری ہی میں آپ نے ایک بلند پایہ خطیب ایک وسیع النظر مفکر کا مقام حاصل کر لیا۔ اسی ذوقِ سلیم کی بدولت ۱۹۰۸ء میں امرتسر پہنچ کر ہفت روزہ "وکیل" کے مدیر سرِ دبیر بن گئے۔ اس وقت آپ کی عمر

بمشکل سترہ اٹھارہ برس تھی۔ تھوڑے عرصہ میں ہی علم دوست طبقات میں آپ کے قلم کی دھاک بیٹھ گئی۔ کچھ مدت بعد "وکیل" سے علیحدہ ہوگئے۔ اور کلکتہ پہنچ کر "الھلال" کے نام سے ایک ہفت روزہ جریدہ جاری کیا۔ "الھلال" کی تحریرات نے ہندوستانی سیاستدانوں، علماء اور ادباء کے لئے ادب وسیاست کی نئی راہیں واشگاف کر دیں۔ اور ہر کہ ومہ کی زبان پر مولٰینا کی سحر طرازی کے چرچے ہونے لگے۔ انہی دنوں سیاسیات ملکیہ میں بہت بڑا تغیر رونما ہو چکا تھا۔ جنگِ عظیم کے دوررس اثرات نے عالمِ اسلامی کے بعد سب سے زیادہ ہندوستانی مسلمانوں کو متاثر کیا۔ کیونکہ سامراجی ڈپلومیسی اور فرنگی حیلہ کاریوں کا پردۂ فریب جنگِ عظیم کے مظالم نے چاک کر دیا تھا۔ جس میں کہ الجزائر سے البانیہ تک تمام مسلم ریاستوں کو ایک ایک کر کے برطانیہ اور فرانس ہتھیا چکے تھے۔ "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ان تمام ممالک کو اولاً خلافت عثمانیہ سے برگشتہ اور ان کے خلاف مشتعل کیا گیا۔ اور پھر بغاوت کرا کے معاہدات کی آڑ میں انہیں اپنے شکنجہ میں جکڑ لیا گیا۔ ہندوستان میں اس کے ردِ عمل کے طور پر انگریز دشمنی کے آثار پیدا ہوگئے۔ جس کے پس منظر میں مولٰینا کی ذات کامل انہماک سے مصروف جہد وسعی تھی۔ ان کی آتشیں نواؤں نے صدائے رعد آسا کی گرج پیدا کر لی اور جذباتِ عوام پر بجلی کے کوندے کی طرح برس گئیں۔ ان کی تحریرات وتقاریر نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ علماء وعوام میں انتہائی جوش واشتعال پیدا ہوگیا۔ اور تحریک عدم موالات انتہاء شدت کو پہنچ گئی۔ مولٰینا کا فکر وعمل اپنے مخصوص نہج کے لحاظ سے پہلا انقلابی قدم تھا۔ جس نے عوام وخواص کو چونکا دیا۔ علماء مجاہدین کی قیادت میں ان کا نامِ نامی سرِ فہرست تھا۔ چنانچہ اس نوخیزی کے عالم میں ہی امام الھند کا خراج وصول کیا۔ ان کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو کب تک برداشت کیا جاتا۔ بالآخر حکومت کی معین پالیسی حرکت میں آئی اور مولٰینا جرم اداء فرض کی پاداش میں جس کی بدولت آتشکدہ غلام آباد ہند گلشن شاداب حریت واستقلال سے تبدیل ہو رہا تھا گرفتار کر کے دو سال کے لئے رانچی (بہار) میں نظر بند کر دیئے گئے۔ اپنے فکر جلی اور ذوق رفیع کی بدولت مولٰینا نے مجلس کی ویران خلوتوں کو بھی رشک صد انجمن بنا ڈالا یہیں پہ تفسیر ترجمان القرآن کے حواشیَ ضروریہ۔ اصلاحات ترجمہ۔ ابحاث تاریخیتہ کا ایک ضخیم دفتر تصنیف فرمایا۔ یہ خدمت جلیلہ علومِ دینیہ میں ایک گراں بہا اضافہ تھا جو لوگ تذکرہ اور الہلال پڑھ چکے تھے۔ ان کی طبائع وافکار کو اور بھی جلاء حاصل ہوئی۔ تشنگانِ علم نے اس چشمہ معرفت وتحقیق سے سیرابی حاصل کی اور ایک بڑے حلقہ نے فکر ونظر کے میدان میں تعمیری اجتہاد کے طور پر قدم بڑھانے شروع کئے۔ فیاضِ اکبر نے قرآن وحدیث کا وہ درک عطاء فرمایا ہے۔ کہ شام ومصر کے اہل فکر علماء جدید بھی آپ کے استدلال کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگئے۔

اختتام جنگ پر مولٰینا کو رہا کر دیا گیا۔ اتنی مدت الھلال بند رہا تھا۔ اسے دوبارہ جاری کر کے حسب سابق خدمت ملک وملت میں مصروف ہوگئے۔ اور تحریک خلافت میں سرگرم حصہ لینا شروع کر دیا۔ اپنے پیغام کو زیادہ وضاحت کے ساتھ نشر کیا۔ ملک کے کونے کونے میں کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ جن میں مولٰینا نے اتحاد ویک جہتی کی تبلیغ وتلقین کی۔ اس وقت الھلال کی تحریات نے پھر اپنا اثر دکھانا شروع کیا۔ حتیٰ کہ امیر الملت حضرت شیخ الھند قدس سرہ نے بھی ایک دفعہ حد درجہ متاثر ہو کر فرمایا تھا کہ "جس سبق کو ہم مدتوں سے بھلا چکے تھے الھلال نے ہمیں

دوبارہ یاد دلا دیا ہے۔'' مولانا نہایت عزم و استقلال کے ساتھ مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ کئی مسلم رہنما بعض امور میں اختلاف کی بناء پر کانگریس سے علیحدہ بھی ہو گئے۔ لیکن مولانا جس مقام کو کچھ مدت قبل اپنے لئے منتخب کر چکے تھے۔ اس سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے بلکہ اسی پلیٹ فارم سے مسلسل اپنا پیغام سناتے رہے۔ اور دعوت جہاد سے مسلمانوں کے دل گرماتے رہے اور اسی عرصہ میں یکے بعد دیگرے مقاطعہ سائمن کمیشن۔ تحریک نمک سازی وغیرہا تحریکات میں فرنگی ظلم و استبداد کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے ۱۶ء، ۲۱ء، ۳۱ء، ۳۲ء، ۴۰ء، ۴۳ء میں پے در پے جیل گئے۔ اور مختصر زندگی میں دس برس سات ماہ قید کاٹی۔ گویا زندگی کے ہر سات دن میں ایک دن قید خانہ کے اندر گزارا۔ لیکن بڑی سے بڑی مشکل اور کٹھن سے کٹھن ابتلاء بھی ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ پیدا کر سکا۔ تحریک خلافت کے انحطاط کے بعد طرز عمل کے اختلاف اور دیگر وجوہ کی بنا پر بہت سے مسلم زعما کانگریس سے علیحدہ ہو گئے۔ خصوصاً پنجاب خلافت کمیٹی کے ارکان نے جب کانگریس سے استعفاء دے دیئے تو تعاون و اشتراک کا وہ سہارا جو مسلم زعماء کے وجود سے کانگریس کے اقتدار کے لئے بہت بڑی پشت پناہ بن گیا تھا ختم ہو گیا۔ بالآخر ۲۹ء میں کانگریس کیمپ منعقدہ لاہور کے اختتام پر مولانا نے خود ہی ایک نئی جماعت کی تشکیل کی ضرورت محسوس کرائی جو کہ مستقل طور پر مسلمانانِ ہند کے حقوق کی حفاظت و نگہداشت کے لئے بوقت ضرورت فرنگی سامراج سے نبرد آزما ہو سکے۔ چنانچہ صوبہ خلافت کمیٹی کے ممتاز ترین ارکان حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری۔ شیخ حسام الدین مولانا مظہر علی اظہر وغیرہم حضرات سے مشاورت کے دوران میں فرمایا کہ ''میرے بھائی آخر ہمارے لئے بھی تو ایک ایسا گوشہ ہونا چاہیئے جہاں بیٹھ کر ہم اپنے لئے بھی کچھ سوچ سکیں۔''

چنانچہ وہ گوشہ ''مجلس احرار اسلام'' کی تشکیل کی صورت میں معین و واضح ہو کر سیاسیات ہند میں نمودار ہوا اور اپنی طوفانی تاریخ سے تاریخ سیاسیات ملک میں ایک قابل قدر وسیع اور مستقل باب کا شاندار اضافہ کر گیا۔ تو گویا مولانا مجلس احرار اسلام کے بانی اور سنگ بنیاد رکھنے والوں میں سے ہیں۔ اور آج بھی وہ شجر جس کی آبیاری ان کے ہاتھوں سے ہوئی تھی ہزار خزاں نصیبیوں کے باوجود اپنے خلوص کی تازگی اور ایثار کی پختگی کے سہارے قائم ہے۔ دعاء ہے کہ خدا اسے پھلتا پھولتا رکھے آمین ثم آمین۔

ہوش سنبھالتے ہی مولانا مسلم لیگ کی سیاست کے نشیب و فراز کو سمجھ گئے تھے۔ ۱۹۰۸ء میں مسٹر زاہد سہروردی کے مکان واقع کلکتہ میں جب مولانا سے ایک تجویز پر دستخط کرنے کے لئے کہا گیا۔ تو آپ نے اس پر بھی یہی لکھا تھا کہ ''سب باتیں منظور ہیں باستثناء شرکت مسلم لیگ'' گویا آج سے ۴۱ برس پہلے بھی وہ مسلم لیگ کی رجعت آمیز پالیسی سے اتنا ہی بیزار تھے۔ جتنے کہ آج کل اس سے شاکی ہیں۔ ادارۂ وکیل کے زمانہ میں انہوں نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔ کہ ''ایک وقت آئے گا کہ سارا ہندوستان میری مٹھی میں ہو گا۔'' آج اگرچہ سیاسیات ملک کا نقشہ بدل چکا ہے اور آزادی کا وہ تصور جو تین برس قبل تک ہندوستان کے عوامی ذہن میں راسخ و مرتسم تھا۔ حسب مراد معرض ظہور میں نہیں آ سکا تاہم ایسی صورت ضرور پیدا ہو چکی ہے۔ کہ اس وقت ہندوستان کے پونے پانچ کروڑ مسلمان مولانا کے وضع کردہ سیاسی نہج پر گامزن ہونے کے بغیر اپنے لئے کوئی چارہ کار موجود نہیں پاتے۔ اور اگر

جمیعت علما ہند اور مولٰینا کی ذات اس دور میں وہاں نہ موجود ہوتی تو یقیناً یہ عظیم جمعیت بھی اپنی دائمی موت مر چکی ہوتی۔ لیکن بحمد اللہ کہ وہ ہزار ابتلاء و تشدد کے باوجود ان بزرگوں کی سیاست و فراست ہمت و شجاعت۔ قیادت و زعامت کے سہارے پھر ایک خوش آئند مستقبل کی طرف رواں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کا سایہ تادیر سلامت رکھے تاکہ وہ آئندہ مصائب میں بھی مسلمانوں کی صحیح راہبری فرما کر حقِ قیادت اداء کر سکیں۔ اور مسلمان خوشحالی و ترقی کی راہ پر گامزن ہوں۔ آمین ثم آمین۔ مولٰینا اپنی سیاسی زندگی میں دو تین دفعہ کانگریس کے صدر بھی منتخب ہوئے۔ اور لطف یہ کہ وہی لوگ جو اپنی فطری کج روی کے باعث خلوت و جلوت میں مولٰینا پر فرقہ پرست ہونے کا طعن توڑا کرتے تھے۔ جب انتخاب کا موقعہ آتا تو شدید اختلاف کے باوجود صدارت کی اہلیت و صلاحیت کا مظہرِ اتم مولٰینا ہی کو قرار دیتے۔ اور مولٰینا صدر منتخب ہو جاتے۔

والفضل ماشهدت به الاعداء

چنانچہ ۱۹۴۰ء میں بھی آپ مسٹر ایم۔ این رائے اشتراکی لیڈر کے مقابلہ میں بھاری اکثریت سے صدر منتخب ہوئے۔ اور آپ کی اسی صدارت کے عہد میں ہی ہندوستان نعمت حریت و استقلال سے بہرہ یاب ہوا۔ سرکاری مشن کی آمد پر گاندھی جی پنڈت نہرو کے علاوہ کانگریس کی طرف سے اور ہندوستان بھر کی تمام آزادی خواہ مسلم جماعتوں کی نمائندگی کے طور پر بھی آپ نے وفد کے ارکان سے کئی ملاقاتیں کیں۔ اور مسلمان جماعتوں کا مجوزہ فارمولا پیش کیا اور اپنے تدبر و تفکر سے برطانوی شاطروں کے تمام سیاسی ہتھکنڈوں کو بیکار کر کے رکھ دیا۔ پنڈت نہرو نے اپنے ایک راز دار دوست سے کہا تھا۔ کہ "جب مولٰینا ابوالکلام اور سر کرپس کی گفتگو کا میں ترجمہ کر رہا تھا تو مجھے حیرت ہوتی تھی کہ مولٰینا سوالات کے ذریعہ ایسی گرفت کرتے تھے کہ سر کرپس کچھ دیر جواب سوچتے رہ جاتے۔" محترم المقام شیخ حسام الدین قبلہ کی روایت کے مطابق جب ارکانِ وفد لندن واپس ہونے لگے تو ان کے مجموعہ تاثرات کرپس کی زبانی یہ تھے۔ کہ "ہم نے آج تک اس قدر زیرک اللسان نہیں دیکھا جس کے استدلال کے سامنے ہماری تمام تاویلات بیکار ہو کر رہ گئی ہوں۔" اور حقیقت بھی یہی ہے۔ مولٰینا کی عظمت تفکر اور زور استدلال کا مقام وہ مقام ہے جہاں بڑے بڑوں کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں اور الفاظ کی نبضیں چھوٹنے لگتی ہیں۔ جو فارمولا مولٰینا نے پیش کیا تھا۔ وہ خود آپ کی فکری کاوش کا نتیجہ تھا۔ اگر مسلم اکثریت کے مخالف لیڈر سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے ماتحت اسے مسترد نہ کر دیتے تو اس سے بہتر حل کوئی نہیں تھا۔ لیکن افسوس کہ مسلمان عوام کو اس کی مفادیت و جامعیت سے پروپیگنڈے کے زور سے بے خبر رکھا گیا اور نتیجتہً غلط سیاست درجہ صحت میں شمار ہو کر آئندہ کا مستقل سہارا بن گئی۔ اور آج اس کے مضار و عواقب ایک ایک کر کے خدشوں سے واقعات کی شکل اختیار کرتے ہوئے اپنا اثر دکھلا رہے ہیں۔ لیکن اب اس کا مرثیہ بے سود ہے۔ ۱۹۴۲ء میں آپ ہی کے زیر صدارت کانگریس کا سالانہ اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا۔ جس میں کئی ایک ہنگامی اور انقلابی تجاویز طے کی گئیں۔ اور سول نافرمانی کا ریزولیوشن متفق طور پر منظور کر لیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں قتل و غارت، ساڑ پھونک کی پالیسی پر عمل در آمد شروع ہو گیا۔ اور مختلف مقامات پر کئی انگریز افسر بھی قتل کر دیئے گئے۔ بہار میں متوازی حکومت بھی قائم کر دی گئی۔ لیکن

لیڈر شپ کے فقدان اور وسائل کی قلت نے وہ تحریک ختم کر دی حکومت اس وقت جنگ کے خطرات میں گھری ہوئی تھی۔ اس نے ان تجاویز کو اولاً ہی خطرناک سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ اجلاس ختم ہوتے ہی کانگریس ہائی کمانڈ کو گرفتار کر کے مختلف جیلوں میں غیر معین وقت کے لئے نظر بند کر دیا گیا۔ مولانا آزاد، پنڈت نہرو مسٹر آصف علی وغیرہم قلعہ احمد نگر میں بھیج دیئے گئے۔ ۹ اگست ۴۲ء سے ۱۰ جون ۴۵ء تک تین برس کا زمانہ اسارت آپ نے جس صبر و ضبط استقامت و استقلال سے گزارا ہے۔ وہ یادگار رہے گا۔ دوسرے ساتھیوں سمیت آپ پر بھی تمام معاملات میں سخت نگرانی رکھی جاتی تھی خصوصاً خط و کتابت میں وقت تھی۔ مولانا ابھی باہر تھے تو اہلیہ محترمہ کی طبیعت ناساز تھی۔ جیل میں گئے تو بگاڑ زیادہ ہو گیا۔ کئی دفعہ کوشش کی گئی کہ مولانا کو علاج معالجہ اور ملاقات کے لئے کچھ دیر تک ضمانت پر رہا کر دیا جائے لیکن خود مولانا نے اس تجویز کو قبول نہ فرمایا۔ اور حکومت سے کسی قسم کی مراعات لینے کے عوض اپنی روائتی خودداری اور تمکنت کو برقرار رکھتے ہوئے تمام آزمائشوں کا سختی سے مقابلہ کیا۔ بالآخر ۹ اپریل کو رفیقہ حیات ایک طویل بیماری کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون اور ظاہر حال میں ان کی طبیعت کا ایک فطرتی سہارا بھی ڈھے گیا۔ گہرا اثر مولانا کی صحت پر پڑا۔ لیکن انہوں نے اپنے مشاغل میں قطعاً کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ افسوسناک حادثہ یہ ہے کہ مولانا کی اہلیہ کے جنازہ پر بھی ہماری قوم کے اخلاق باختہ لوگوں نے اپنی خساست کا اظہار کئے بغیر دم نہ لیا اور وہ مرحومہ جس کے اخلاق و سیرت بلند کرداری کے متعلق کوئی گوشہ بھی انگشت نمائی نہیں کر سکتا۔ اور جسے مردانہ جلسہ یا کانفرنس تو درکنار کسی زنانہ محفل میں بھی کسی عورت یا مرد نے بے تکلف شرکت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس بے قصور ماں کو موت کے بعد بھی روحانی کوفت پہنچانے سے گریز نہیں کیا گیا۔ سوائے چند اعزہ و اقارب یا مولانا کے کچھ معتقدین کے ان کا جنازہ بھی کسی نے نہیں پڑھا اور اسی پر بس نہیں جنازہ گاہ کے اردگرد باقاعدہ پکٹنگ لگا دی گئی۔ اور شرکت کے ارادہ سے آنے والوں کو جبراً روکا جاتا تھا۔ کہ یہ غدار کی بیوی کا جنازہ ہے۔ اس کی دعا میں مت حصہ دار بنو۔ لیکن دل کے اندھوں کو یہ خبر نہ تھی کہ کبھی کبھی ایک معمولی واقعہ اجتماعی ہلاکت و خسران کا باعث بھی بن جایا کرتا ہے۔ اور شخصی و انفرادی انتقام قومی عذاب، کی شکل میں بھی نمودار ہو جایا کرتا ہے۔ آہ پھر وہی بنگال و پنجاب ہے جس کی سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بہو بیٹیاں خدائی گرفت میں آ گئیں۔ اور ابوالکلام کی تو ایک بیوی ہی بے جنازہ رہی لیکن یہاں قوم کی قوم کے مجد و شرف کا لاشہ ہی بے گور و کفن اور بدوں جنازہ زبوں و خوار ہوتا رہا۔ جیل میں آپ نے تیس کے قریب خطوط تحریر کئے۔ دیکھنے میں تو وہ مکاتیب کا ایک مجموعہ ہے لیکن اپنی معنویت کے لحاظ سے فسانۂ عبرت و بصیرت اور حکایت تذکیر و موعظت کا ایک ضخیم دفتر ہے۔ یہ مجموعہ ہندوستان کے موجودہ ادب کے ذخیرہ میں سرفہرست شمار ہوا ہے۔ اور بقول حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کہ "اگر مجھے ہندوستان کے کتب خانوں میں سے کسی ایسی کتاب کے انتخاب کے لیے کہا جائے جو اردو ادب و شعر کی کسوٹی اور فصاحت و بلاغت کے زر کامل عیاں کا درجہ رکھتی ہو تو میں بغیر کھٹکے کے تمام کتابوں میں سے صرف ایک "غبار خاطر" (مجموعہ مکاتیب) کو نکال کر رکھوں گا کہ بقیہ تمام دفاتر کو الماریوں میں بند کر دو۔ کیونکہ ذوق سلیم کی تشنگی

مٹانے کے لئے اردو ادب میں اس وقت اس سے بہتر اس پایہ کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ حالانکہ ابھی وہ محض خطوط ہیں۔ اور اگر کہیں مولٰینا اسے ایک تصنیف کے طور پر لکھتے تو نہ جانے اس کی کیا قدر و عظمت ہوتی۔" مولٰینا عصر حاضر کے ایک بلند پایہ محقق، الوالعزم خطیب۔ عالی مرتبہ مفکر و مجتہد۔ ادیب و انشاء پرداز اور صحافی ہیں۔ دنیا کی چیدہ چیدہ زبانوں پر انہیں عبور حاصل ہے۔ عربی ان کی مادری زبان ہے۔ فارسی ان کی لونڈی ہے۔ اور اردو انھی کے ادب و انشاء عالی کی پروردہ۔ ترکی پر اچھی دسترس حاصل ہے۔ انگریزی خوب جانتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ پڑھتے ہیں۔ بولتے نہیں یہ شرف صرف دو ہی کو حاصل ہے۔ کہ وہ ابوالکلام کی بھی زبان ہے۔ مولٰینا کی علم نوازی ان کے فقید المثال کتب خانہ کو دیکھ کر ہی معلوم کی جاسکتی ہے۔ دنیا کے کسی علم کے کسی موضوع سے متعلق کسی زبان کی کوئی کتاب کسی مذہب کی کوئی تحقیق ایسی نہیں ہے جو آپ کو وہاں نہ ملے۔ چنانچہ آپ کی بلند پایہ علمی شخصیت کو خراج پیش کرتے ہوئے ۲ فروری ۴۹ء کو مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) کی طرف سے "ڈاکٹر آف تھیالوجی" کی اعزازی سند پیش کی گئی ہے۔ اس تقریب میں تمہیدی طور پر یونیورسٹی کے موجودہ چانسلر سابق شیخ الجامعہ (دہلی) ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے جو تقریر فرمائی ہے ہم ذیل میں اسے من و عن نقل کرتے ہیں پڑھئے اور اس شمع محفل علم و ادب کے پروانوں کے اظہار عقیدت پر سر دھنئے تقریر کے مخاطب پیرو چانسلر نواب رامپور تھے۔"

"جناب محترم"۔ خدمت عالیہ میں حضرت امام الہند مولٰینا ابوالکلام آزاد کو پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔ علم، ادب، سیاست، دین سب میدانوں میں فکر اور عمل کا کوئی گوشہ نہیں جو اس ذات گرامی کا احسان مند نہ ہو۔

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پر تو آں
ہر کجامی نگر ہی انجمنے ساختہ اند،

اردو زبان کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ آپ کے قلم سے لکھی اور آپ کی زبان سے بولی گئی۔ آپ نے ایک نئے طرز نگارش کی بنیاد رکھی۔ ایک پرتاثیر اور ولولہ خیز طرز بیان ایجاد کی جس میں عربی کا "کس"۔ فارسی کا رس اور ہندوستانی کا لوچ ایک جا ہو گئے ہیں۔ آپ نے اس موثر آلہ سے فکر کے نکھار اور عمل کے سدھار کا کام لیا ہے۔ اس سے سوتوں کو جگایا ہے۔ غفلت کے ماتوں کو ہوشیار کیا ہے۔ بے عملوں کو راہ عمل دکھائی ہے الہلال اور البلاغ کے ذریعہ ملک اور خصوصاً مسلمانوں کے اندر عام ذہنی بیداری اور رجعت پسندی سے بیزاری پیدا کرنے میں ایک عہد آفریں خدمت انجام دی ہے۔ انہیں للکارا بھی ہے۔ اور ان میں حوصلہ اور ولولہ بھی پیدا کیا ہے۔ خود ہمارے تعلیمی کاموں کی تنگیوں پر جو مخلصانہ تنقیدیں ان رسائل میں شائع ہوئی ہیں۔ ان کو علی گڑھ ہمیشہ احسان مندی کے ساتھ یاد رکھے گا۔ پھر خود نوشتہ سوانح حیات کی صف میں مولٰینا کی کتاب "تذکرہ" ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ اس میں علمی خاندان۔ مشائخ کے مسالک اور سیاسی تحریکوں پر تنقید و تبصرہ کے عجیب دلنشین نمونے خود مولٰینا کی شخصیت کے بوقلموں مرقعے ملتے ہیں۔ یہ دلکش اسلوب "غبار خاطر" میں اور بھی نکھر گیا ہے۔ حسن ذوق، بلندی فکر، جرات اخلاق، اور قوت ایمان، فلسفیانہ بصیرت اور سیاسی نظر کے اس گلدستہ میں ایک ایسی جامع متوازن اور ہم آہنگ شخصیت کا پھول سامنے آتا ہے۔ جس کی ایک ایک پنکھڑی ہمارے قومی چمن کا سرمایہ رونق ہے۔ "علم و

ادب" کی یہ گراں قدر خدمات ایک ایسی ذات گرامی نے انجام دی ہیں۔ جسے عمل کے طالبوں نے زندگی کا ایک بڑا حصہ قید فرنگ میں گزارنے پر مجبور کیا۔ جس نے ملک کی آزادی کے جہاد میں سیاسی افسر اور سپہ سالار کے فرائض انجام دیئے۔ جس کے کارناموں کا نقش ہماری سیاسی تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ ثبت رہیگا۔ اصابت رائے۔ ثبات قدم اور سعی پیہم کی ایسی مثالیں ہماری قومی تاریخ میں کم ملتی ہیں۔ سیاست کی فی الجملہ انتشاری نفسا نفسی میں آپ کی عارفانہ یکسوئی اور آپ کے کریمانہ اخلاق نے اس زندگی کے معیارات کو بلند کر دیا ہے۔ پھر اپنی تصنیف اپنی خطابت، اپنی سیاست، اپنی زندگی سب سے موصوف نے ذہنی اور عملی دونوں میدانوں میں دینی احساس کا دامن تنگ دلی اور تنگ نظری سے چھڑا کر دین کے تصور کی پوری وسعتوں کو آشنا فرمایا۔ بتایا بھی اور دکھایا بھی کہ دین ساری زندگی کا جامع ہے۔ اس کے بظاہر بے جوڑ ٹکڑوں میں ربط پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے بے معنی سے اجزاء کے ایک بامعنی کل بنانے کی راہ کھولتا ہے۔ اور اس کے آنی (وقتی) مظاہر کو دوام سے آشنا کر دیتا ہے۔ "ترجمان القرآن" کی مہتم بالشان تصنیف سے۔ جو علمی تبحر، حسن بیان اور خلوص فکر کا ایک نادر شاہکار ہے۔ مولٰینا نے دین کی ایک گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ اور یونیورسٹی مولٰینا کی خدمت میں "دکتور فی اصول الدین" (علامہ اصول مذاہب) کی اعزازی سند پیش کر کے اپنی عزت بڑھا رہی ہے۔

ترے جواہرِ طرف گلہ کو کیا دیکھیں
ہم لوجِ طالعِ لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

یہ مختصر تقریر بجائے خود ایک جامع مقالہ ہے۔ جس میں مندرجہ بالا احوال و اوصاف کا اجمالی خاکہ جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ یہ تعریف و توصیف ممدوح کی رفعت شان کے قامت پر ہی چسپاں ہو سکتی ہے۔ ورنہ ان صفات کے حاملین تو اس زمانہ میں سورج کا چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملیں گے۔

مولٰینا جوانی میں شعر بھی کہا کرتے تھے۔ لیکن ایک مدت سے یہ مشغلہ ترک کر چکے ہیں۔ اور ویسے ان کی نثر ہی کیا کم ہے۔ حسرت موہانی نے جبھی تو کہا تھا۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

تقریر و تحریر کے خود مختار بادشاہ ہیں اور ان کی تقریر و تحریر کی عظمت ان کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ ظرافت اور بذلہ سنجی میں اس بڑھاپے میں بھی زندہ دل نوجوانوں سے زیادہ رنگین طبیعت رکھتے ہیں۔ اخلاق کی نفاست و پاکیزگی میں اپنی مثال آپ ہیں حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے ہیں۔ کہ "اگر ابوالکلام جیسے عالی مزاج اور بلند اخلاق انسان کی جوتیوں میں بھی مجھے بیٹھنے کا موقع ملے تو میں اس پر بھی فخر کروں گا۔ کیونکہ ایسے بلند فطرت آدمی کی مجلس میں ہر ایرا غیرا نتھو خیرا کا بیٹھنا محال ہے۔"

شاہین کی بلندی پرواز۔ عقاب کی نظر۔ شیر کا دل۔ چیتے کا تجسس۔ چٹانوں کا تحمل اور استقامت و وقار و خودداری اور غیرت و حمیت ان کے خاص جوہر ہیں۔ ان کے اقوال سیاسی پیشینگوئیوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ ۴۵ء میں

جب مولٰینا کشمیر تشریف لے گئے تو اتفاقاً شاہ صاحب بھی اس سال وہیں تھے۔ قاضی احسان احمد اور جانباز مرزا شاہ صاحب سے ملاقات کے لئے گئے تو معلوم ہوا کہ مولٰینا گلمرگ میں قیام پذیر ہیں۔ دونوں ساتھی شاہ صاحب سے اجازت لے کر گلمرگ پہنچے۔ ان دنوں مولٰینا کی صحت بہت گر چکی تھی۔ ملاقات کے لئے وقت کم ہی دیتے تھے۔ لیکن قاضی صاحب اور جانباز مرزا کا علم ہوا تو فوراً ملاقات کے کمرہ میں تشریف لے آئے۔ قاضی صاحب نے مزاج پرسی کی اور غرض آمد بتائی تو بہت مسرور ہوئے۔ ان دنوں انتخابات کی تیاریاں شروع تھیں۔ ۴۲ء کی کانگریس تحریک کو فوجی طاقت کے بل بوتے پر کچلی جا چکی تھی۔ لیکن اس کا ہنگامی اشتعال دائمی جوش و خروش کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ سیاسیات ملک کی بحرانی حالت اور حکومت کی گومگو کی پالیسی کسی صحیح نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر کئے ہوئے تھی دوران گفتگو میں اچانک قاضی صاحب نے سوال کر دیا۔ "کہ حضرت اس شور و شر کا کوئی نتیجہ برآمد ہوتا تو دکھائی نہیں دیتا اب فرمائیے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئیے۔" تو فوراً ان کی عقابی آنکھوں میں بجلی سی چمک گئی۔ اور فرمایا کہ "آپ نے یہ کیسے باور کر لیا میرے بھائی۔"! "میں تو ان آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ کہ انگریز نہ جاتے ہوئے بھی یہاں سے بستر بوریا باندھ کر جا رہا ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں اس کے لئے اب کوئلہ موجود نہیں ہے۔ جو اس کی گاڑی کو کھینچتا رہے۔ آپ یقین کریں نہ کریں لیکن وہ بہر حال جا رہا ہے۔" چنانچہ انتخابات کے بعد دن بدن برطانوی اقتدار کی گرفت ڈھیلی ہونی شروع ہوئی۔ اور انگریز نے طوعاً و کرہاً ۴۷ء میں ہندوستان چھوڑ دیا اور کانگریس کا INDIA CUET والا نعرہ جو اس نے امام الہند کی قیادت میں ۴۲ء کو لگایا تھا پانچ برس کے بعد ایک فاتحانہ گرج کی طرح راس کماری کے ساحل سے لے کر ہمالہ کی چوٹیوں تک گونج اٹھا۔ اور عالم یاس کا ایک خیال دنیائے اُمید میں ایک یقین محکم بن کر نمودار ہوا۔

مولٰینا کو خلوت سے انتہائی انس ہے۔ تنہائی اور کتاب یہ ان کی دو محبوب چیزیں ہیں۔

فراغتے و کتابے و گوشہ چمنے

کی صحیح تصویر دیکھنی ہو تو مولٰینا کی خلوتوں کا نظارہ کر لیجئے۔ ان کے ذوق کے مطابق کوئی کتاب انہیں میسر آ جائے تو خواہ وہ جیل میں ہی کیوں نہ ہوں وہ زندان کی ویرانیوں کو بھی اپنے صد انجمن بدامن وجود سے چمن کی آزاد فضاؤں سے تبدیل کر لیں گے۔ اور اگر آپ انہیں ہنگامہائے زندگی کی ہماہمی میں ان کی طبیعت کے بہاؤ کے خلاف ان کی افتاد کے منافی مہمات امور میں بھی انہیں مشغول کرنا چاہیں اور ان کی دلجمعی اور سکون پذیری کے منتظر رہیں۔ تو یقیناً آپ کو سخت ناکامی اور مایوسی کا سامنا ہوگا۔ اور ان کا باوقار چہرہ اندرونی اضطراب کی غمازی کرتے ہوئے آپ کو کچھ اس طرح بولتا نظر آئے گا۔ کہ "میرے بھائی آپ میری زندگی میں جس قسم کی تبدیلی چاہتے ہیں۔ وہ سراسر میری فطرت کے خلاف ہے۔ میں نے جس نہج (زندگی) کو اپنا شعار بنا لیا ہے اسے ترک کرنا میرے استقلال و یک جہتی پر گھناؤنا دھبہ ہے۔"

مولٰینا بے حد مہمان نواز ہیں۔ اکرام ضیف ان کا خاندانی وطیرہ ہے۔ آپ جائیے اور بتا دیجئے کہ میں آپ سے ملنے کی غرض سے آیا ہوں اولاً آپ کا شکریہ ادا کریں گے۔ "میرے بھائی اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ اور

کوئی کام ہو تو کہئیے۔ آپ کو میرے ہاں ہی ٹھہرنا ہوگا۔ جبکہ آپ صرف میرے لئے آئے ہیں۔" غرضیکہ اخلاق کریمانہ کا مجسمہ ہیں اگرچہ ان کا ظاہری طمطراق چند گھڑیوں کے لئے اجانک آنے والے پر غلبہ پالیتا ہے۔ لیکن ان کا حسن سلوک۔ خندہ روئی۔ دل نواز تکلم وغیرہ تمام امور کچھ دیر بعد سب حجابات اٹھا کر ان کی محبوبیت کے جملہ پہلو نمایاں کر دیتے ہیں۔ ان کی تحریرات ایک ابدی پیغام کا درجہ رکھتی ہیں۔ جن کے دلنواز مطالب روح پرور معانی سدا بہار پھول کی طرح شگفتہ و شاداب ہیں۔ اردو میں اقدار الہامیہ پر انسانی ادب کا سنگ بنیاد رکھنے والوں میں ان کا مقام ایک اہل نظر مجتہد کا سا ہے۔ ابوالکلام کا نام سنتے ہی قارئین کی ذہنی فضا پر وقار و تمکنت کا سایہ محیط ہو جاتا ہے۔ لسانی اعتبار سے ان کے اقوال سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی فطری استعداد اور اپنے وہبی تبحر کی بنا پر عربی اور فارسی کی سینکڑوں ہزاروں اصطلاحات و تراکیب کو نہایت ہی جمیل و متین انداز میں اردو کا قالب بخشا ہے۔ جس سے اردو کے تمام نوخیز ادباء نے حسب ظرف اپنی اپنی جھولیاں بھری ہیں۔ جدید اہل قلم میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو مولانا کے طرز نگارش سے متاثر نہ ہوئے ہوں۔ اور جن کی انفرادیت مولانا کے تتبع میں بری طرح الجھ کے نہ رہ گئی ہو۔ اس لئے چند معدود اشخاص ہی ایسے نکلیں گے۔ جو محض نظر و فکر کے ساتھ وابستگی اختیار کر کے اپنی تحریری یگانگت برقرار رکھ سکے ہوں۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی کے الفاظ ہیں "مولانا الفاظ اور فقرات کو الوہیت و نبوت کا جامہ پہنا دیتے ہیں۔ اور سامع یا قاری کا ذہن اور دماغ پرورش کی بجائے پرستش کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔" حقیقت بھی یہی ہے کہ مولانا کی تحریر و تقریر کا ہر جملہ زبان حال سے اپنی عظمت و موزونیت مقام۔ اور توافق باقتضاء حال کا اعلان کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ اگر اس میں سے ایک جزء بھی نکال دیا جائے تو تمام تحریر و تقریر اکارت ہو کر رہ جائے گی۔ سیاسیات کی پیچیدگیاں اور معاملات ملکیہ کی الجھنیں اگر مولانا کو دامنگیر نہ ہوتیں تو ان کے قلم سے اردو ادب کے لئے ایک بیش بہا ذخیرہ مہیا ہو جاتا۔ لیکن افسوس ان کا یہ شغل اپنی اٹھتی ہوئی رفتار کو برقرار نہ رکھ سکا۔ اور آج ترجمان القرآن دو جلد تذکرہ۔ مجموعہ مضامین الہلال و البلاغ۔ غبار خاطر"۔ جیسی غیر مکمل تصانیف کے سوا ہم ان سے اور کچھ حاصل نہ کر سکے۔

اگر مولانا حسب سابق صحافت سے ہی متعلق رہتے تو جب بھی ایک ناقابل تردید معیاری۔ مستند لٹریچر فراہم ہو جاتا۔ لیکن وہ سلسلہ بھی پہلے تو الہلال کی ۱۹۱۴ء میں بندش پر مضمحل ہوا۔ جسے ۱۵ء میں البلاغ کے نام سے انہوں نے دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی لیکن قید و بند نے پھر رکاوٹ پیدا کر دی اور بالآخر ۲۶ھ میں الہلال نے آخری جھلک دکھائی اور دو سال تک افق صحافت پر جلوہ گری کے بعد ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔ مولانا نے ہر کٹھن وقت میں مسلمانان ہند کی رہنمائی کی ہے۔ لیکن بد قسمتی سے نہ تو قوم نے ان کے پیغام کی روح کو سمجھنا گوارا کیا اور نہ ہی مولانا اپنے بلند مقام سے اتر کر اپنے کو عوامیات میں جذب کر سکے نتیجۃً آج قوم کی اکثریت موجودہ قیادت و سیاست کے دوش بدوش مولانا کی رہنمائی سے بمراحل دور ہو چکی ہے۔ تقسیم کے بعد سے مولانا آزاد ہندوستان کی وزارت معارف کے عہدہ پر متمکن ہیں۔ اور ان دنوں بقول شاہ صاحب موجودہ صدی کی یہ دوسری مافوق الفطرت

شخصیت (علامہ سید انور شاہ رحمۃ اللہ و مولینا آزاد) اپنی جہد و سعی کے خونیں ثمرات پر تفکرات میں ڈوبی ہوئی نگاہوں کے تحیر سے کتاب زندگی کا ایک نیا باب لکھ رہی ہے۔ یوں تو ہمیں اب بھی توقع ہے کہ وہ اپنے فکر آتشیں اور جذب سیمابی کی بدولت اپنی آباد خلوتوں کو جولانگہ تگ و تاز رہوار قلم بنائے رکھتے ہوں گے اور ہنگامہ ہائے تحریر کی سرگرمیاں حسب سابق انہیں تحقیق و تجزیہ کی وادیوں میں مصروف تفرج کئے ہوئے ہوں گی۔ ہماری دعا بھی یہی ہے کہ وہ کم از کم ترجمان القرآن جیسی کتاب کو ضرور پایہ تکمیل تک پہنچا دیں۔ یہ عمل آئندہ نسلوں پر احسان ہو گا۔ لیکن بظاہر حال دیگر ہنگامہ ہائے زندگی کی طرح ان کے ہنگامہ ہائے تقریر و تحریر بھی سکون و استراحت کی آغوش میں جاسوئے ہیں۔ اور آج تریسٹھ برس کا یہ انقلابی مفکر اپنی بوڑھی ہڈیوں کے سہارے کجکلاہوں کے تبختر سے تمسخر کرنے والی قوم کے مداوات غم میں مصروف ہے اور ملت کی دائمی واژگونی بخت پر نوحہ خواں و ماتم کناں جس کے انتظار میں آج بھی ان طولیا کے بادامی آنکھوں والے رعنا ترکی نوجوان آنکھیں فرش راہ کئے ہوئے ہیں۔ لیکن ہند کی امت مرحومہ کے ستاروں پہ کمند ڈالنے والے سحر زدہ سیاست افرنگ فرزند اس سراپائے ایثار و استقلال پر شو بوائے اور امام الہنود کے طعن کس کر اپنے قومی عز و وقار اور ملی مجد و شرف کا تمسخر اڑا رہے ہیں اور اس کا عقود سماحت پھر بھی اپنی پہنائیوں اور رویوں کا یوں اظہار کر رہا ہے کہ.......... میرے.......... بھائی موسمی ہوائیں ہیں جو گزر جائیں گی اور عنقریب حقیقت آشکار ہو جائے گی۔

"فسوف تری اذانکشف الغبار
افرس تحت رجلک ام حمار
جوہر طینت آدم زخمیر و گرست
تو توقع زگلِ کوزہ گراں می داری۔"

مولینا سے میری پہلی ملاقات اجلاس جمیعت العلماء ہند منعقدہ لاہور کے موقعہ پر ۱۹۴۰ء میں ہوئی تھی۔ اور وہ بھی سر راہ قسم کی۔ مولینا تقریر سے فارغ ہو کر سٹیج سے اترنے لگے تو اباجی قاضی احسان احمد کو اور مجھے لے کر آگے بڑھے مصافحہ و معانقہ ہوا تو میرا تعارف کرایا کہ حضرت یہ میرا لڑکا ہے۔ دعا دی اور اس "عجب تصادمی ملاقات" پر چلتے چلتے ایک فقرہ اباجی سے کہہ گئے کہ "میرے بھائی آخر آپ یہاں ہی ملے (قیامگاہ پر نہ پہنچنے کا افسوس یوں ظاہر کیا اور کار میں روانہ ہو گئے۔) دوسری دفعہ ۱۹۴۵ء میں جب مولینا کشمیر میں تشریف لے گئے اور اتفاقاً ہم لوگ بھی وہیں تھے۔ نیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ سوپور میں شرکت سے پہلے مولینا گلمرگ سے سری نگر آئے وہاں جلوس اور جلسہ کا پروگرام تھا۔ شہر میں جانے والی سڑک کے بائیں طرف دریا کے کنارے سے جلوس مرتب ہوا۔ نیشنل کانفرنس کے والنٹیر۔ سکولوں کے سکاؤٹ اور مزدور اپنی اپنی وردیوں میں۔ موٹر کشتیوں اور بجروں کے ذریعہ آگے آگے روانہ ہوئے مولینا خان بادشاہ اور چند ایک کانگرسی اور نیشنل کانفرنسی لیڈر درمیان میں چلنے والی کشتیوں میں سوار ہوئے اور پھر مقامی نیشنل کانفرنس کے عام ممبر اور ورکن۔ ان سے بعد علی الترتیب روانہ ہوئے۔ بےحد ہجوم و ازدحام تھا۔ ادھر یاران طریقت نے سکیم مرتب کر لی۔ چنانچہ زینہ کدل" پل کے دونوں کناروں پر مشتعل

آوارہ مزاج نوجوانوں کی ٹولیاں ایک مضبوط رسہ دونوں جانب تھامے اور پانی میں گرائے کھڑی تھیں۔ کہ جیسے ہی مولینا والی کشتی گزرے رسہ کھینچ کر کشتی الٹ دی جائے اور اپنی بلند بختی کا سفینہ ابھار لیا جائے۔ لیکن شومئی تدبیر کہ پل کے بائیں کنارے ایک بوڑھا بیٹھا تھا قادر جُو جو اس مشاورت کا بھیدی ہو گیا تھا اس نے عین وقت سے چند منٹ قبل نیشنل کانفرنس کے ارکان کو اس سازش کی اطلاع دے دی۔ جب سازشیوں کو خبر ہوئی وہ آدھمکے اور اس بوڑھے کو مسجد کی دیوار سے دریا کی طرف دھکا دے کر گرا گئے۔ اس پر خشت باری بھی کی گئی۔ وہ غریب سخت زخمی ہوا اور غالباً زخموں کی تاب نہ لا کر ہسپتال میں اس نے جان دے دی۔ اس اطلاع سے تمام کارکن ہوشیار ہو گئے اور تمام پلوں کی نگرانی کرتے ہوئے موقع فساد سے بھی گزر گئے۔ ان بدبختوں کی وہ حرکت تو کامیاب نہ ہو سکی لیکن اس کے بدلہ میں جس قسم کی بیسیائی و بے غیرتی کا ثبوت انہوں نے بہم پہنچایا۔ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ سینکڑوں نوجوان عین کشتی کے روبرو ننگا ناچ کرنے اور پتھراؤ کرنے میں مصروف تھے۔ بیشمار زن و مرد اور بچوں نے اس انسانیت سوز تماشائے بے حجابی کو دیکھا۔ کشتی سکون سے گزر رہی تھی۔ اور کناروں پر کہرام برپا تھا۔ جس کی کیفیت بیان میں نہیں لائی جا سکتی۔ افسوس کہ اختلاف نظر رکھنے والوں نے کفار اور مشرکین کے کیریکٹر سے بھی زیادہ بدترین اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ حالانکہ وہ خیر الامم کہلاتے ہیں۔ اور ان کرتوتوں پر بھی انہیں ندامت محسوس نہیں ہوتی۔ ان کا اصرار و اعراض دہ چند بڑھ گیا ہے۔ ان کی اخلاق باختگی اور فکری بے مائیگی اور عملی تسفل اس حد تک تجاوز کر گیا ہے کہ اس کی اصلاح کے لئے وقت کی بڑی سے بڑی مصلحانہ صدائیں اور مجددانہ پکار بھی ان سرشاران خواب غفلت کو نہیں جھنجھوڑ سکتی۔ اور کوئی دعوت حق و نداء اخلاص ان کے نہاں خانہ دل میں اتر نہیں سکتی۔

افلایتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها؟

یہ اعمال کی سفلہ پنی اور اخلاق کی رذالت، نظر کی کجی اور روش کی ضلالت بصارت کے نقصان کا اثر نہیں بصیرت کے ضیاع کی آئینہ دار ہے۔ آنکھیں نہیں دل اندھے ہو چکے ہیں۔

فیاللمسلمین ودینهم۔ فانها لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔

بالآخر جلوس امیرا کدل سے ورے ہی ختم ہو گیا۔ اور تمام زعماء و شرکاء ہنگامہ بھی اپنی اپنی قیام گاہ کو لوٹ گئے۔ بعد ازاں تحقیق سے معلوم ہوا کہ سرینگر اور شوپیاں کلاں کے مرزائی اور مسلم کانفرنس کے چند متعصب ناعاقبت اندیش افراد اپنی کمینگی اور سفلہ پن کے زیر اثر اس سازش کے مرتکب ہوئے۔ رات کو حضوری باغ میں جلسہ تھا۔ سرشام ہی تقریباً تقریباً ۵۰ ہزار انسانوں کا عظیم اجتماع ہو گیا۔ اور اختتام جلسہ تک لوگوں کی آمد جاری رہی۔ مولینا نے حالات حاضرہ پر کچھ تبصرہ فرمایا۔ اور اہل کشمیر کو نیشنل کانفرنس میں شمولیت اور تحریک آزادی کشمیر کو کامیاب کرنے کا مشورہ دیا۔ جلوس سے قبل مرزا افضل بیگ وزیر کی کوٹھی پر دعوت چائے کا انتظام تھا۔ کچھ دیر کے بعد مولینا کار کے ذریعہ پہنچے۔ اترتے ہی مولوی محمد سعید شاہ نے جو ان دنوں ہمارے ساتھ ہی امرتسر سے کشمیر آئے تھے۔ میرا تعارف کرایا۔ میں مناسب خیال نہیں کرتا تھا۔ لیکن مولوی صاحب سے نہ رہا گیا۔ جب چائے کے کمرہ میں پہنچے تو مولینا ملتفت ہوئے اور فرمایا۔ ہاں تو میرے بھائی شاہ صاحب کا کیا حال ہے۔ اباجی کا سلام عرض کیا

تو فرمایا۔ ان سے میرا بھی سلام کہنا اور کہنا کہ ملنے کو جی چاہتا ہے۔ ایک مدت سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں یہاں صحت کی تلاش میں آیا ہوں۔ اس لئے ملاقاتوں کا سلسلہ بند ہے۔ لیکن ان سے ضرور ملوں گا۔" مولوی محمد سعید جنرل سیکرٹری نیشنل کانفرنس نے یہ خیال کر کے کہ شاید مولٰینا سے پہلے میرا تعارف نہیں ہوا۔ مولٰینا سے کہا "حضرت یہ شاہ صاحب کا لڑکا ہے؟ تو فوراً بولے۔" ہاں میرے بھائی میں تو انہیں دیکھتے ہی فوراً پہچان گیا تھا۔ انکا تو چہرہ بول رہا ہے کہ یہ شاہ صاحب کے لڑکے ہیں۔" چائے کا دور ختم ہوا اور ہم جلوس دیکھنے کے لئے سوئے دریا روانہ ہوئے اور اسکی مختصر داستان پہلے آ چکی ہے مولٰینا ان دنوں بے حد مغموم اور کمزور تھے۔ اہلیہ کی مفارقت، جیل کی تکالیف، علالت یہ تمام چیزیں ان کی صحت پر گہرا اثر رکھتی ہیں۔ انکا ۴۰ء والا دمکتا ہوا گورا گلابی چہرہ مرجھا چکا تھا۔ حتیٰ کہ گردن کا ماس ڈھلک آیا تھا اور چہرے پر جھریاں پڑ چکی تھیں اور رنگ سانولا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد بھی کچھ روز مولٰینا وہیں رہے۔ مجھے تعلیم کے لئے جالندھر پہنچنا تھا۔ اس لئے وہاں سے چلا آیا۔ اور اس تاثر کے ساتھ کہ مولٰینا جیسا صاحبِ عزیمت، پیکرِ استقلال، مجسمۂ علم و فضل، اہل فکر و تدبر انسان مدت تک پیدا ہونا مشکل ہے اور ان کا وجود روایاتِ سلف کی ایک زندہ مثال ہے اور ہماری قومی عظمت کا قابل فخر سرمایہ۔

ذوهمۃٍ کیوانُ دُونَ مکانہِ
وَ بُرایہ النجمُ المنیرُ تحیراً
وَ تَزول مِن انوارہ حُجَبُ الدّجیٰ
وَ تسُرَّ مِن جَدواہ أفئدۃُ الوَرٰی

خدا ان کو سلامت رکھے اور ان کی قیادت میں ہندوستان کا مسلمان آزادی کی حقیقی نعمتوں اور مسرتوں سے مالامال ہو اور ان کے فیوضِ عالیہ سے تشنگانِ معرفت و تحقیق سیراب ہوتے رہیں۔ آمین۔

مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار ربوہ

دارالکفر والارتداد ربوہ میں مسلمانوں کا عظیم تعلیمی و تبلیغی مرکز

ڈیڑھ سو سے زائد طلباء و طالبات قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بخاری پبلک سکول میں پرائمری تک طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ پچاس سے زائد طلباء رہائش پذیر ہیں۔ مدرسہ کی توسیع کے لئے مزید دو کنال زمین کی خرید اشد ضروری ہے۔ درسگاہوں اور مسجد اور مسجد کی تعمیر تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اپنے عطیات، زکواۃ و صدقات اس کارِ خیر میں دے کر اجر حاصل کریں۔

ترسیلِ زر کے لئے:۔

سید عطاء المھیمن بخاری، منتظم مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار ربوہ ضلع جھنگ۔ فون: 211523(04524)

مولانا سید فضل الرحمٰن احرار رحمہ اللہ

یہ دنیا ایک وسیع و عریض کارواں سرائے ہے جسمیں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں البتہ بعض اوقات کچھ ایسے لوگ بھی ابھرتے ہیں جو بڑے نمایاں اور قابل فخر کارنامے سرانجام دیتے ہیں اور اپنی یادوں کے روشن چراغ اس کارواں سرائے کے در و دیوار پر چھوڑ جاتے ہیں۔ لوگ ایسی جگہ چلے جاتے ہیں جہاں سے واپسی ممکن ہی نہیں ہے۔ ہم لوگ انہیں ڈھونڈتے ہیں، اس کارواں سرائے میں تلاش کرتے ہیں، انہیں دیکھنے کو بے تاب ہوتے ہیں، انکی آواز سننے اور انکی نصیحت آموز باتیں سننے کے لئے ترستے ہیں مگر باوجود تلاش کرنے کے یہ لوگ نہیں ملتے۔ انکے قول، انکے افکار ہمارے لئے مشعل راہ ہیں جو ہمیں بھٹکنے سے بچاتے ہیں۔ اپنے ان پیاروں کو منوں مٹی تلے دبا کر بھی ہم انکی موت کا یقین نہیں کرتے۔ انکے سنہری کارنامے، انکی خدمات، انکے بعد لوگوں کی زبانوں پر ہوتی ہیں۔ لوگ انہیں اپنے ہیرو کے طور پر یاد کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظالم حکمرانوں کے خلاف ہمیشہ کلمۂ حق بلند کیا۔ ان کے راستے میں جیلیں آئیں، ہتھکڑیاں آئیں، جنہیں سزائے موت کا حکم ہوا، جن کے سروں کی قیمتیں لگی ہوں، جنہیں زہر دیا گیا ہو، جنہیں ظالم حکمرانوں نے طرح طرح کی اذیتیں دی ہوں مگر ان کے پائے استقامت میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ تمام مشکلات کو انہوں نے صدق دل سے قبول کیا۔

سید فضل الرحمن احرار بھی ان بزرگوں کی لڑی کے ایک سچے موتی تھے جو ۱۹۱۲ میں "جگراؤں" ضلع لدھیانہ میں سید بہادر علی شاہ گیلانی کے گھر پیدا ہوئے۔ والد مرحوم ایک درویش صفت بزرگ اور علاقے کے مشہور پیر تھے۔ ابتدائی دینی تعلیم مولانا محمد ابراہیم سلیم پوری خلیفہ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائپوری سے حاصل کی۔ پھر لدھیانہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے ہاں حصول تعلیم کے لئے چلے گئے۔ بچپن ہی سے تحریکی مزاج تھا۔ ۱۴ سال کی عمر میں جگراؤں میں گائے کی قربانی دیگر قانون کے خلاف ورزی کی اسکی پاداش میں جیل کاٹی اور انگریزوں ہندوؤں اور سکھوں سے نبرد آزما رہے۔ ۱۹۲۹ میں مجلس احرار اسلام کے قیام کے موقع پر اس میں شمولیت اختیار کی۔ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے ساتھ کام کا آغاز کیا۔ ہندوستان کے بیشتر علاقوں میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب لدھیانوی رحمھم اللہ علیہم و دیگر اکابر کے ہمراہ سفر کیا۔ بیعت کا سلسلہ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی سے تھا۔ بیعت کے لئے حضرت امیر شریعت کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ ۱۹۳۹ میں فیصل آباد میں احرار کانفرنس میں حضرت امیر شریعت، مولانا لدھیانوی، مولانا مظہر علی اظہر اور شورش کاشمیری کے ہمراہ شرکت کی، دو روز بعد جڑانوالہ میں تقریر کی۔ وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے، مغربی پنجاب کا سفر مکمل کر کے

مشرقی پنجاب میں اپنے آبائی شہر "جگراؤں" پہنچے تو محاصرہ میں آگئے۔ انگریز اور گورکھا کا محاصرہ توڑ کر نکل گئے۔ خود طے شدہ پروگرام کے مطابق دفتر احرار جگراؤں کے سامنے سٹیج بنا کر تقریر کی، پھر دو نفل شکرانہ ادا کیے اور گرفتاری پیش کی۔ ہتھکڑی لگی تو نعرۂ تکبیر لگا کر ہتھکڑی کو توڑ ڈالا موقع پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ انکے جذبات عجیب تھے، انگریز کے خلاف ماحول خوب گرم ہوا، پھر رسم دار و رسن چل نکلی۔ جگراؤں سے گرفتار کر کے لائل پور (فیصل آباد) لایا گیا۔ فیروز پور جیل پھر لدھیانہ جیل میں مقدمہ کے دوران انگریز جج نے کہا کہ مفتیٔ اعظم ہند عدالت میں آ کر اپنا بیان قلم بند کرائیں۔ تو مفتی اعظم ہندوستان حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی لدھیانہ تشریف لائے تو سارا نظام درہم برہم ہوگیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ شہنشاہ ہند آرہے ہیں عدالت کا منظر دیدنی تھا۔

حضرت نے تقریر کی، بھرپور انداز میں تائید فرمائی، تقریباً اڑھائی سال جیل کاٹنا پڑی۔ شراب کے خلاف مورچہ بندی، مجلس احرار کی فوجی بھرتی بائیکاٹ تحریک ۱۹۳۹ء اور سینما کے خلاف مورچہ جگراؤں شہر کے یادگار واقعے ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت انگریز سامراج کی طرف سے گولی کا حکم تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تقسیم کے بعد بحفاظت لاہور مجلس احرار اسلام کے دفتر پہنچے۔ سید فضل الرحمن احرار، جنہیں ہم سے بچھڑے ہوئے دو سال سے زائد عرصہ ہوگیا۔ اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے دین اسلام کے مقابلہ میں کبھی کسی شے کو اہمیت نہیں دی۔ انگریزی سامراج اور باطل قوتوں کے سامنے ڈٹنے والا یہ مرد قلندر دنیا میں اپنی ایسی روشن مثالیں چھوڑ گیا ہے کہ لوگ آج بھی انہیں کسی طور کرامت سے کم نہیں گردانتے اور ایسے لوگوں سے کرامتیں کیوں نہ ہوں جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا ہو۔ اپنے وجود کی نفی کر دی ہو۔ جن کا جینا مرنا، سونا، جاگنا، کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا سب کچھ اللہ کے لئے ہو۔ انکے واقعات اگر لکھنے بیٹھیں تو کاغذ کی تنگیٔ داماں آڑے آئے گی۔ آج وہ ہم میں نہیں لیکن انکا روشن کردار اور خوبصورت افعال واعمال ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ایثار و قربانی کی جو لازوال مثالیں وہ ہمارے سامنے چھوڑ گئے ہیں وہ ہمارے لئے گائیڈ لائن کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت مولانا سید فضل الرحمن احرار ایک ایسی آواز تھی جو ظلم کے خلاف اٹھی جس نے جبر و استبداد کے سامنے کبھی گردن خم نہیں کی، جس کے پائے استقامت کو گولیوں کی بوچھاڑ ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا سکی۔ انہوں نے ہمیشہ ظالم سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی۔ جنہوں نے مظلوموں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا، جنہوں نے اپنی تمام زندگی مظلوموں کے حقوق کے لئے جنگ لڑتے ہوئے ختم کر دی، جنکی شمع حیات دوسروں کو روشنی بہم پہنچاتی رہی، جنکی زبان ظالموں کے خلاف ہمیشہ شعلے اگلتی رہی۔ انہوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کے حق میں آواز بلند کی۔ وہ جہاں بھی گئے علم حق بلا خوف بلند کرتے رہے۔ اللہ کے سوا انہیں کسی کا ڈر و خوف نہ تھا۔ پاکستان کے کئی مدارس ایسے تھے جو انکی شرکت کے بغیر اپنے سالانہ جلسوں کو ادھورا سمجھتے تھے۔ حکومت کی طرف سے کتنی پابندیاں کیوں نہ ہوں وہ

ہر رکاوٹ کو توڑ کر اس علاقہ میں پہنچ جاتے۔ اس شیر کی گرج جب پولیس کو سنائی دیتی تو کئی افسر معطل ہو جاتے۔ وہ سب پہرے توڑ کر کہا کرتے تھے کہ میری جان تو صرف اور صرف دین اسلام کے لئے وقف ہے۔ قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگ کے ابتدائی دور میں انہیں علاقہ بدر کیا گیا، پھر نو ماہ سلانوالی (ضلع سرگودھا) ان کے مکان میں نظر بند رکھا۔ ایک سال سلانوالی شہر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی پھر پنجاب بدر کیا گیا، کافی عرصہ تک صوبہ سندھ کے علاقہ میں وقت گزارا۔ ۱۹۵۳ کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ضلع سرگودھا میں وہ تحریک کی جان تھے۔ ایوب خان کے دور میں عائلی قوانین کے خلاف بغاوت کا مقدمہ بنا۔ باطل قوت سے ٹکرانا انکا شعار تھا۔ لنکے خلاف مقدمات بنتے رہے، وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے تو حکومت کو بے بس کر کے از خود جھنگ میں گرفتاری پیش کی۔ مکان کی قرقی اور جائیداد کی ضبطی کا حکم ہوا، جھنگ جیل میں رہے۔ ۱۹۷۴ کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں مقدمات قائم ہوئے، لنکے چھوٹے بیٹے سید خالد مسعود گیلانی سلانوالی میں ۱۶ ایم پی او کے تحت گرفتار کر کے شاہ پور جیل میں رکھا گیا۔ ۱۹۴۷ سے ۱۹۹۴ تک سلانوالی میں قیام پذیر رہے۔ سلانوالی میں مرزائیت، رفض وسبائیت اور لادینیت کے خلاف نبرد آزما رہے۔ سلانوالی میں دینی، سماجی، سیاسی حیثیت سے مسلمہ شخصیت تھے۔ مدرسہ حسینیہ حنفیہ رجسٹرڈ سلانوالی، جامع مسجد مدنی سلانوالی، مسجد سیدنا علی، دارالعلوم ختم نبوت مرکز آل محمد، جامعہ اہل سنت و الجماعت یادگار ادارے چھوڑے ہیں۔ اسکے علاوہ پنجاب کے بہت سے مدارس کی سرپرستی اور تعاون کا سلسلہ تھا۔ آپکے چھوٹے بھائی مفتی اعظم گوجرہ سید طفیل احمد شاہ گیلانی (فاضل دارالعلوم دیوبند) علاقہ بھر میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا پیر سید نیاز احمد شاہ گیلانی (خلیفہ حضرت رائپوری) برادر نسبتی تھے اور مولانا مفتی سید جاوید حسین شاہ صاحب (شیخ الحدیث فیصل آباد، خلیفہ حضرت مولانا عبید اللہ انور) داماد ہیں۔ دو بیٹے مولانا سید اسد اللہ طارق گیلانی اور سید خالد مسعود گیلانی عرصہ دراز سے بیرون ملک دین کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔ فجی، آسٹریلیا، امریکہ، نیوزی لینڈ، کینیڈا اور انگلینڈ میں ختم نبوت کا پیغام پہنچا چکے ہیں۔ سید مسعود گیلانی ایک عرصہ برطانیہ میں مقیم رہے اس دوران ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری برطانیہ کے تبلیغی سفر پر گئے تو ان کے ساتھ مل کر وہاں مجلس احرار اسلام قائم کی۔ مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام پورے برطانیہ میں چالیس سے زیادہ مقامات پر ختم نبوت کانفرنسوں میں حضرت سید عطاء المحسن شاہ صاحب کے ساتھ خطاب کیا۔ سید اسد اللہ طارق آجکل انگلینڈ میں مقیم ہیں جبکہ سید خالد مسعود گیلانی آج کل سلانوالی میں رد مرزائیت کے خلاف برسر پیکار ہیں۔ دارالعلوم ختم نبوت مرکز آل محمد کے مدیر اعلیٰ ہیں مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں۔ اپنے والد ماجد کی طرح پکے اور سچے احراری ہیں بلکہ دل وجان سے احرار پر فدا ہیں۔ حافظ سید اویس عامر گیلانی اور حافظ سید حبیب الرحمن مجاہد لنکے معاون خصوصی ہیں۔ راقم سید سہیل گیلانی صدر مجلس احرار اسلام تحصیل سلانوالی، جنرل سیکرٹری پریس کلب سلانوالی ہے۔ مولانا سید فضل الرحمن احرار رحمہ

اللہ کے پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں حافظ قرآن ہیں۔ یہ سلسلہ الحمدللہ اگلی نسل میں جاری ہے۔ ایک پوتی، سات نواسے اور تین نواسیاں حافظ قرآن ہیں جبکہ سات نواسے عالم دین بن رہے ہیں۔ تین پوتے بھی ماشاءاللہ قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔ اللہ پاک انکی سعی کو اپنی شان کے مطابق قبول فرمائیں (آمین) حضرت مولانا سید فضل الرحمن کو مجلسِ احرار اسلام سے ایسی نسبت اور انس ہوگیا کہ "احرار" ان کے نام کا باقاعدہ حصہ اور ان کی شخصیت کی پہچان بن گیا۔ وہ مرتے دم تک احرار میں شامل رہے۔ امیرِ شریعت کی جماعت سے وفا کی۔ ابناءِ امیرِ شریعت سے محبت و خلوص میں فرق نہ آیا۔ اپنے بچوں کو فکرِ احرار منتقل کیا۔ وہ جب تک صحت مند رہے احرار کے جلسوں میں باقاعدہ شریک ہوتے رہے۔ خاص طور پر مسجد احرار، ربوہ میں منعقدہ سالانہ اجتماعات میں بہر صورت شریک ہوتے۔ آخری مرتبہ ربوہ کے اجتماع میں تشریف لائے تو فالج کی وجہ سے تقریر نہ کرسکے۔ احرار کارکنوں کی تقریریں سن کر اور سرخ وردیوں میں ملبوس جلوس کو دیکھ کر ماضی کے یادگار لمحات میں کھوگئے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کو دعائیں دے رہے تھے۔ بار بار فرماتے کہ اللہ کا شکر ہے آپ نے احرار کو زندہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابیاں عطاء فرمائے۔

۱۹۸۴ میں برطانیہ ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اسی سال حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۲سال فالج کے عارضہ میں مبتلا رہنے کے بعد ۲۰ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۲ مئی ۱۹۹۴ بروز پیر تقریباً نو بجے صبح اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ فیصل آباد میں انتقال ہوا۔ فیصل آباد میں شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب نے جامعہ اسلامیہ میں بعد نماز ظہر جنازہ پڑھایا جبکہ سلانوالی میں انکے چھوٹے بھائی مفتی اعظم گوجرہ سید طفیل احمد شاہ صاحب گیلانی نے بعد نماز مغرب جنازہ پڑھایا۔ شمشیر بے نیام، رفیق امیر شریعت اور بطل حریت کو دارالعلوم ختم نبوت مرکز آل محمد کے صحن میں سپردِ خاک کیا گیا۔

اپنے عطیات اور زکواۃ و صدقات مدرسہ معمورہ ملتان

کو عنایت فرمائیں مدرسہ میں رہائش پذیر طلباء کے اخراجات اور نئی درسگاہوں اور رہائشی کمروں کی تعمیر کے لئے اہلِ خیر حضرات فوراً توجہ فرمائیں

ترسیلِ زر کا پتہ

بذریعہ منی آرڈر:۔ سید عطاء المحسن بخاری۔ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 51961

بذریعہ بنک:۔ اکاؤنٹ نمبر 29932، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان

امت کے پہلے امام کا انتخاب

وہ ہجرت کا گیارھویں سال اور ربیع الاوّل کا بارھواں دن تھا۔ اس روز مدینۃ النبی کی قسمت پھوٹ گئی تھی۔ ساری بستی غم و اندوہ کے تیرہ و تار بادلوں کے سیلاب میں ڈوب گئی تھی۔

فجر کی نماز ختم ہوئی، پو پھٹی، سورج طلوع ہوا، اشراق کا وقت آیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج سیاہ تانبہ ہوگیا ہے۔ وہ کرۂ نور جس نے فاران کی چوٹیوں سے بلند ہو کر کھجوروں کے جھنڈ میں اللہ کی اس محبوب بستی کو جگمگا دیا تھا آج وہ اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملا تھا۔ افق طیبہ کا سورج ہر روز جس ذات اقدس سے مانگے کا نور اور بھیک کا اجالا لے کر طلوع ہوتا تھا آج کیسے ضوفشانی کرتا۔

وہ لمحہ بھی عجیب نازک لمحہ تھا جب اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا۔ امہات المومنین، بیٹی، نواسوں، نواسیوں، چچا، چچازاد بھائیوں، دامادوں اور خسر صاحبان کے دکھ کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ یہ سب تو گھر والے تھے یعنی اہل بیت۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا حال بھی اتنا ہی برا تھا۔ یہ بھی اللہ کے رسول ﷺ کے اہل بیت ہی تھے۔ اہل ایماں کے لئے اس سے بڑا صدمہ کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دیدار سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائیں۔ اس لئے انتہائی سوگواری میں بھی ہر ایک، دوسرے کو صبر کی تلقین کررہا تھا۔ قضائے الہیٰ پر بندوں کی کیا مجال، کہ کچھ کہیں۔ اللہ تعالیٰ نے غم و اندوہ کے اظہار کے لئے حدود مقرر کر دیئے ہیں۔ ان سے بڑھ کر واویلا مچانے کا حکم نہیں۔ اسی لئے صحابہ کرامؓ ضبط کئے بیٹھے تھے۔ نوحہ خوانی اور بین کسی نے نہیں کیا کہ جائز نہیں۔

سب سے بڑی ذمہ داری اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر تھی۔ وہی تو تھے

جنہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے

ایمان لانے کا شرف عطا فرمایا تھا۔

صحابیٔ رسول کے لقب سے نوازا تھا رفیق دم ہجرت منتخب فرمایا تھا۔

وہی تو تھے جنہیں رسول ﷺ نے سب سے پہلے

جنت الماویٰ کا مژدہ سنایا تھا

مسجد نبوی کا امام بنایا تھا

زمین پر اپنا وزیر بنایا تھا

مؤرخین اور محدثین لکھتے ہیں کہ انہی کو اللہ کے رسول ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کی قبر کہاں بنے گی، کون قبر کھودے گا، کون غسل دے گا، کس طرح غسل دے گا، کن کنوؤں سے پانی آئے گا، پردہ کون

پکڑے گا، تجہیز و تکفین کون کریگا، پھر نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے گی ؟ ایک ایک حکم اللہ کے رسول ﷺ نے دے دیا تھا- یہ باتیں جب آپ ﷺ نے فرمائی تھیں تو سبھی گھر والوں نے سنی تھیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حکم نبوی کے مطابق ہر ایک کے سپرد اس کا کام کر چکے تو سقیفۂ بنی ساعدہ کی گفتگو میں شریک ہونے کے لئے چلے- وہاں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ اب مسلمانوں کا امیر کون ہوگا ؟

اس زمانے ہی میں نہیں آج بھی یہ صورت ہے کہ جب کسی مملکت کا سربراہ مرجاتا ہے تو فوراً دوسرے کا اعلان کردیا جاتا ہے- ہندوستان میں بھی یہی ہوتا ہے، ایران و چین میں بھی یہی ہوتا ہے- روس اور امریکہ میں بھی یہی ہوتا ہے- سقیفۂ بنی ساعدہ مکے کے دارالندوہ کی طرح مدینتہ النبی میں مل بیٹھنے کی ایک جگہ تھی- اسے ٹاؤن ہال کہہ لیجیئے یا چوپال، کمیونٹی سنٹر یا پارلیمنٹ گھر! جو چاہے کہہ لیجیئے- ہجرت نبوی سے پہلے بھی یہ جگہ قومی معاملات و مسائل کے حل کرنے کے لئے مل بیٹھنے کی جگہ تھی اور سب اس سے واقف تھے- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ یہاں جمع ہوئے- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی اطلاع پہنچائی گئی- دوسرے ضروری کام انہوں نے نمٹادیئے تھے- یہ بھی ضروری کام تھا- اسے نمٹانے چلے- حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا- حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے ارشاد کے مطابق آپ ﷺ کے وزیر تھے- ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے امینُ الامت کا خطاب عطا فرمایا تھا- یہ بزرگانِ ملت سقیفۂ بنی ساعدہ پہنچے تو گفتگو شروع ہوئی-

ہر قسم کے جھگڑوں کا سبب دنیا کو اہمیت دینا ہے- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ تو آخرت کو اہمیت دینے والے تھے- جھگڑے کی باتیں منافقین، فاسقین اور فاجرین کرتے ہیں- مستند اور بالکل ابتدائی ماخذوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں امیر کے لئے ایک معیار مقرر کیا گیا- پھر اس کا انتخاب ہوا- سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو نام تجویز کئے- ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا فرمایا کہ..... یہ معیار پر پورے اترتے ہیں- اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ آخر وقت تک رسول اللہ ﷺ ان سے خوش رہے- جمع الفوائد کی دوسری جلد میں امام نسائی کے حوالے سے محمد بن محمد بن سلیمان نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت دی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا..... کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ رسول ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پھر تم میں سے کون پسند کرے گا کہ وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے ؟ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں ! سبھی نے اس خیال کو پسند کیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ امیر منتخب ہوگئے- کنز العمال میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ...... رسول ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں- جب یہ حکم دیا میں اس وقت وہاں موجود تھا وہاں نہ تھا ایسا نہیں نہ میں بیمار تھا- ہم اپنی دنیا کے لئے اس شخص پر راضی تھے جس پر رسول ﷺ ہمارے دین کے لئے

راضی ہوگئے تھے۔ سقیفۂ بنی ساعدہ کی بیعت کے بعد مدینۃ النبی میں رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے علاوہ آس پاس سے جو صحابہ کرام اس موقع پر مدینہ پہنچ گئے تھے۔ ان سب نے یہ اطلاع سنی اور کسی طرف سے کوئی اختلافی آواز نہ اٹھی۔ اسکے باوجود سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اعلان عام کے لئے خطبہ دینا ضروری سمجھا۔ اس وقت مسجد نبوی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے سقیفۂ بنی ساعدہ کی رپورٹ بیان کرنے کے بعد فرمایا......اگرچہ کہ میری بیعت ہو چکی ہے لیکن سچ یہ ہے کہ میں اس گرانبار ذمہ داری کا اہل نہیں۔ اس لئے میری معذرت قبول کیجیئے اور کسی اور کو اس جگہ کے لئے منتخب کر لیجئے!.... یہ کہہ کر وہ منبر سے اتر گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے انہیں پکڑ کر پھر سے منبر پر لاکھڑا کیا۔ ہر طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں.... ہم سب آپ کی ذات پر متفق ہیں! آپ ہی ہمارے امام ہیں! یہ کہتے ہوئے لوگوں نے پھر ان کے ہاتھ پر بیعت شروع کی۔ طبری نے لکھا ہے کہ..... اس موقع پر سب سے پہلے بیعت کرنے والے سیّدنا علی مرتضیٰ تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بارے میں قرآن نے کہا...

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحما بينهم ...

کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی تو رزم حق و باطل میں فولاد اور حلقۂ یاراں میں بریشم کی طرح نرم تھے یعنی ایک ہی رنگ تھا۔ جس میں میر اور سپاہ رنگے ہوئے۔ اسی لئے انہیں یہ سند ملی کہ.... رضی اللہ عنہ ورضواعنہ۔ یعنی اللہ ان سے خوش اور وہ مالک الملک سے ہر طرح راضی! جنھوں نے اللہ کے نظم کو نہ توڑا ان پر یہ الزام کہ مسند خلافت کے لئے لڑ پڑے؟ یہ جھوٹ کی بد ترین مثال ہے۔ ذرا سوچیئے کہ مسند خلافت پر بیٹھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیا ملا؟.... کوئی مالی فائدہ؟ جاگیر؟ منصب؟ انہیں نہیں تو ان کی اولاد کو کوئی عہدہ ملا؟ کوئی جاگیر ملی؟ کوئی وزارت؟ سفارت؟ ... نہیں! تو پھر تاریخ کو مسخ کرنے والے اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے؟

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو!

خلیفۂ الرسول بلا فصل کی شان دیکھیئے کہ....

صدیق اکبر نے جھوٹے نبیوں کا خاتمہ کیا۔ مخالفین زکواۃ کا فتنہ مٹا کر ارکان اسلام کو ہمیشہ کے لئے مستحکم و مضبوط کر دیا۔ مُرتدین کا زور توڑا۔ بارہ فوجی دستے متعین کر کے اسلامی کی سرداری کو مضبوط کیا۔

بیت المال سے ایک حبۂ سیاہ نہ لیا۔ ملت اسلامیہ کو فاروق اعظم جیسے مدبر کے انتخاب کا مژدہ سنایا..... یہ سب کچھ سوا دو سال کے عرصے میں ہوا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

روزہ ....روح پروری یا تن پروری

سال گزشتہ ماہ رمضان المبارک ہمیشہ کی طرح بہ ہر اعتبار باعث رحمت و برکت تھا۔ نزول و تکمیل قرآن حکیم کا یہ ماہ مبارک عالم اسلام کے لئے من حیث المجموع برکات کا پیغام لاتا ہے اور رحمتوں کی فراوانیاں اس کی خصوصیت ہے۔ فطرت انسانی کے سارے جوہر بیدار ہو جاتے ہیں اور ہر انسان کہ جو عبادت روزہ سے سرشار ہوتا ہے طمانیت قلب سے سرفراز ہوتا ہے۔

ایک نہایت دل، چسپ، نہایت درجہ قابل غور یہ حقیقت ہے کہ خوش خوراک اور پر خور انسان اپنی ذہنی توانائیوں سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ کند ذہن ہو جاتا ہے۔ مرا اندازہ یہ ہے کہ پر خور انسان وہی ہوتا ہے جس کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اور ذہن جس کا ماؤف ہوتا ہے۔ ذرا اس حقیقت پر اس طرح غور کرنا چاہیئے کہ مثلاً آپ نے ایک لقمہ شیریں نوش جان فرمایا یا آپ نے لذیذ تافتان کے ساتھ لذیذ قورمہ تناول فرمایا۔ تو کیا یہ ایک لقمہ کافی نہیں ہے؟ اگر آپ اس کا ذائقہ یاد رکھیں تو دوسرا لقمہ یا متعدد لقمے کھانے کی ضرورت کیا ہے! ہر بار ذائقہ تو وہی رہے گا! ذائقہ اور لذت وہی رہتی ہے مگر آپ کھا کر ہر بار بھول جاتے ہیں!

زندگی کے شب و روز موجب درس ہیں اور حیات مستعار کے لیل و نہار اس حقیقت کی طرف آپ کو متوجہ کرتے ہیں کہ اس عالم فانی میں انسان کو زندہ رہنے کے لئے غذا نوش جان کرنی چاہیئے۔ کھانے اور کھائے جانے کے لئے زندہ رہنے کا انداز فکر یقیناً روح پرور نہیں ہو سکتا۔ زندہ رہنے کے لئے تناول اشیائے غذائی عین ثواب ہے، عین اعتراف سائنس ہے، عین اتباع رسول اکرم ﷺ۔

اب میں اپنا ذاتی تجربہ بتاتا ہوں۔ سال گزشتہ پورے ماہ رمضان المبارک میں بجز ایک یوم میں نے پورے مہینے ترک غذائے متنوع کیا۔ پورے مہینے میں نے نہ گوشت کھایا، نہ چاول کھائے اور نہ گیہوں کھایا۔ کوئی سبزی ترکاری نہیں کھائی۔ کوئی دہی بڑا پکوڑا نہیں کھایا۔ ایک دن بھی میں نے قورمہ نوش جاں کیا نہ تافتاں اور نہ شیرمال اور نہ روٹی، نہ پلاؤ اور نہ بریانی، نہ چٹنی نہ اچار۔ پھر کیا کھایا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ میں نے پورے ماہ رمضان المبارک میں ابلی ہوئی نمکین چنے کی دال، کھجوریں اور بہ قدر ضرورت دودھ استعمال کیا۔ ابلی ہوئی چنے کی دال میں چند کھجوریں توڑ کر ڈالیں اوپر سے دودھ ڈالا، افطار و سحر یہ میری من بھاتی غذا تھی۔ پورے مہینے، چنے کی دال پاکستان کے دوست کاشت کار نے پیدا کی۔ کھجوریں اندرون سندھ کی نہایت اچھی پیداوار ہے۔ دودھ درآمد کردہ نہ تھا، اس لئے کہ اس کے دودھ ہونے میں اور حلال ہونے میں شبہ نہیں

ہے۔ دودھ پاکستان کی خوبصورت گائے نے دیا تھا۔ وہ گائے جسے ہم روزانہ ذبح کر کے کھا جاتے ہیں اور دودھ باہر سے منگواتے ہیں!

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پورا رمضان المبارک بہ عافیت تامہ گزرا۔ ایک دن تہجد ہاتھ سے نہ گئی۔ کوئی ایک نماز قضا نہ ہوئی۔ کوئی ایک تراویح ادا ہونے سے نہ رہی۔ پورے مہینے کی شام ورزش کے لئے ٹینس جاری رہی۔ کسی ایک دن ہاضمہ خراب نہ ہوا۔ پورا مہینہ چاق و چوبند رہا۔ کاہلی اور سستی قریب نہ آئی۔

عید کی صبح آئی۔ میں نے اپنی نواسی ماہم (ماہ نیم ماہ) سے کہا: ماہم ذرا وزن کرنے کی مشین لاؤ۔ دیکھتا ہوں کہ وزن دس پاؤنڈ کم ہوا یا بارہ۔ مشین پر کھڑا ہوا۔ حیرت انگیز طور پر معلوم ہوا کہ ساڑھے چھے پاؤنڈ وزن بڑھ گیا ہے!

میرے ہم وطنو! اب آپ غور فرمائیے کہ آپ کو کیا کرنا چاہیئے، میں آپ سے اپنا تجربہ دہرانے کے لئے نہیں کہتا۔ مگر صرف اس قدر کہتا ہوں کہ روح روزہ و رمضان یہ ہے کہ انسان تقلیل غذا کرے۔ اپنے اندرون کو خالی رکھے تاکہ نور معرفت نظر آئے۔ لقمہ حلال کے وقت یہ خیال ذہن سے ماورا نہ ہو کہ پاکستان میں لکھوکھا غریب فاقے کرتے ہیں۔ کھاتے وقت یہ بات ذہن میں موجود ہو کہ ہم مقروض ہیں اور ہماری غذائی اشیاء مثلاً چائے، دودھ، گیہوں، گوشت، آلو پیاز، ٹماٹر، دالیں درآمد کرنے پر ارب ہا روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ ہمیں قرض دیگر اقوام غیر، طاغوتی طاقتیں، یہود نصاریٰ ہماری گردنوں میں غلامیوں کے طوق لٹکا رہے ہیں۔ ہماری خودی اور خودداریاں چھین رہے ہیں۔ ہماری عزت و ناموس کو تباہ کر رہے ہیں۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ اس ماہ رمضان المبارک کو پاکستان کے لئے مبارک فرمائیں اور آپ کے لئے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکات نازل ہوں۔ میرے عظیم نونہالوں اور نوجوانوں پر رحمتوں کی بارشیں ہوں۔ ہم ایثار کر کے قرضوں سے نجات حاصل کریں۔ ہم غلامیوں کے طوق اتار کر پھینک دیں۔ آزادی کی روح پرور فضاؤں میں سانس لیں۔

جامع مسجد ختم نبوت (دارِ بنی ہاشم ملتان) کی تعمیر

جامع مسجد ختم نبوت (مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم ملتان کی بالائی منزل زیرِ تعمیر ہے۔ اخراجات کا تخمینہ چار لاکھ روپے ہے۔

اہل خیر مسجد کی تعمیر میں نقد یا سامان کی صورت میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر اجر حاصل کریں۔

بذریعہ چیک اڈرافٹ یا منی آرڈر:۔ سید عطاء المحسن بخاری دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

اکاؤنٹ نمبر 29932، حبیب بینک حسین آگاہی ملتان پاکستان

AHMADYYA MOVEMENT
BRITISH-JEWISH
CONNECETION

استعمار کی ضمنی پیداوار مذاہب اور قادیانیت

جناب بشیر احمد کی کتاب "احمدیہ موومنٹ، انگریز، یہودی، تعلقات" کا ترجمہ

برطانوی سامراج نے انیسویں صدی میں افریقہ اور ایشیا کے بہت سے ممالک کو زیر نگیں کر لیا۔ مذکورہ ممالک کو برطانوی کالونیاں بنانے کا معنی خیز رخ قوم پرست اور جنگجو یہودیوں کے ساتھ شرارت آمیز شرکت کی طرف تھا۔ کرام ویل کے (CROM WELL) دور میں اڑ جانے والی ریت کی طرح یہودی، بے مقصد و آوارہ ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ انگلینڈ کی اقتصادی خوشحالی کی خاطر کنگ ایڈورڈ ٹیکم نے جن یہودیوں کو انگلستان سے نکال دیا تھا۔ کرام ویل کی خواہش تھی کہ ان یہودیوں کو واپس لایا جائے۔

(کتاب The State of Israel تصنیف G. Nikethine صفحہ ۱۵ مطبوعہ ماسکو)

نپولین نے ۱۷۸۸ء میں فلسطین کے اندر فرانسیسی مہم کے دوران افریقہ اور ایشیا کے یہودیوں کو اپنی افواج میں بھرتی کر لیا۔ فوجی حکمت عملی کی غرض وغایت کی بناء پر، مسٹر نپولین فرانس کی زیر قیادت یروشلم میں ایک یہودی حکومت کے نظریے کو آگے بڑھا رہا تھا۔ اور خود بھی آگے بڑھ رہا تھا (کتاب ایضاً) ۱۸۳۹ء میں (مغربی ممالک میں، للمترجم) بس یہی ایک سلگتا ہوا موضوع تھا کہ یہودیوں کو ان کے مقدس شہر میں واپس بھیج کر انہیں وہاں بحال کر دیا جائے۔ یہودیوں کی واپسی اور بحالی کے مسئلے نے اس حد تک دلچسپ، حساس اور مقبول عام صورت اختیار کر لی تھی کہ اپنے ایک رپورٹ دھندہ وفد کو اسکاٹ لینڈ چرچ کی جنرل اسمبلی نے یروشلم بھیجا کہ وہاں کے حالات کی رپورٹ تیار کرے۔ اس کے بعد پروٹسٹنٹ مذہب کی یورپین شخصی حکومتوں کو ایک میمورنڈم ارسال کیا کہ یہودیوں کو ان کے مقدس شہر فلسطین میں [illegible] انہیں وہاں آباد کیا جائے۔ اسی تاریخ کو روزنامہ "لندن ٹائمز" نے فلسطین کے موضوع پر مشرق کے مشتعل ہو جانے والے عوام اور یہودیت کی حمایت کرنے والے لوگوں کے مابین ایک متوازی مباحثہ شروع کر دیا (کتاب The Rape of Plastine تصنیف William B-Ziff صفحہ ۱۴ مطبوعہ لندن) آزاد خیال لبرل انگریز یہودیت کی حمایت میں لگاتار اپنی آواز بلند کر رہے تھے ۱۸۳۳ء - ۱۸۳۴ء اور ۱۸۳۶ء میں کئی مواقع ایسے آئے یہ یہود نواز عوام نے انگلینڈ کے دارالعوام (House of Commons) میں امتیاز، تفریق اور تمیز کے خلاف بل پیش کئے جبکہ دارالامراء House Of Lords اس بل کو ناکارہ بنا رہا۔ اس کے باوجود ایک قانون منظور کر لیا گیا جس کے تحت یہودی افسر اعلیٰ یا ناظم عدالت کا منصب حاصل کر سکتے تھے۔ ۱۸۵۵ء میں سلیمان یہودی کو لندن کا ناظم عدالت مقرر کیا گیا۔ اس کے دو سال بعد ایک یہودی سبطہ دو نٹی فوری Montefoi اس منصب پر فائز ہوا۔ ملکہ وکٹوریہ نے اسے نائٹ Knight کے خطاب سے بھی

نوازا- ۱۸۵۸ء میں ایک بل پاس ہوا جس کی رو سے برطانوی پارلیمنٹ میں یہودیوں کو ممبر بننے کی اجازت دے دی گئی (ملاحظہ ہو کتاب A History Of Jew تصنیف Grazel Solman صفحہ ۵۹ مطبوعہ جیوئش پبلیکیشن سوسائٹی فلاڈیلفیا یو ایس اے) یہودی پراپیگنڈے کو امریکہ اور یورپ کے دوسرے حصوں میں قائم کردہ ایجنسیوں نے وسیع و عریض بنیادوں پر پھیلا دیا ان ایجنسیوں میں ۱: Furturist ۲: Anglo Israelites ۳: Free Masons قابل ذکر ہیں۔ یہودی مقاصد کی خاطر یہ ایجنسیاں حیلہ سازی کے مختلف پردوں میں کارفرما ہیں۔ اور موقع شناسی کے تحت عوامی اذھان پر اپنا اثر و رسوخ قائم کر لیتیں۔ Furturist کارکن بائیبل کی پیش گوئیوں کو بنیاد بنا کر پراگندہ اور منتشر یہود کو فلسطین واپس بھیج دینے کی حمایت کرتے (ملاحظہ ہو کتاب Palastine In Prophacy ترتیب و پیشکش J.C. Stevenson علاوہ ازیں کتاب The Voice Of Prophacy صفحہ ۶ مطبوعہ کیلیفورنیا یو ایس اے)

پروٹسٹنٹ طبقے کی دینیات اس خاص عقیدے پر قائم تھی کہ دنیائے انسانیت میں اس قسم کے واقعات یکے بعد دیگرے ظہور پذیر ہوتے رہیں تقدس کی دینی کامیابی کا انحصار، اسی امر پر ہے۔ دنیائے انسانیت کے لئے خوشی اور انبساط کی ابتدائی شرط یہی ہے۔ یہودیوں سے منتخب بندے مسیح سرزمین فلسطین پر واپس آئیں۔ مسیح دوبارہ واپس آئیں گے اور یروشلم میں حضرت داؤد علیہ السلام کے حقیقی تخت پر جلوہ افروز ہوں گے۔ ان خاص بندوں پر اپنی حکومت قائم کریں گے جو آپ کے مسیح ہونے پر ایمان رکھتے ہوں۔ وہ مسجد اقصیٰ جو حضرت عمر نے تعمیر کی تھی۔ ازکائیل Ezekial کی عبادت گاہ اسی مسجد اقصیٰ کی جگہ پر قائم کی جائے گی۔ قدیم یہودیوں کی رسم پرستی کی دوبارہ تجدید ہوگی۔ بائیبل کے اس بلاواسطہ (Direct) پیش گوئی کی تائید اس شکل میں نمودار ہوئی کہ چھوٹا تاجر اور معمولی زمیندار طبقے کے علاوہ، مذہبی عناصر، ماہرین حکومت اور اہل قلم حضرات نے بھی اس یہودی خواہش کی تکمیل کی خاطر بطور صیہونی آلۂ کار کام شروع کر دیا۔

یہودیوں کی قسمت کے اس کھیل کا تعلق یہودیوں کے دس گم شدہ قبائل کے ساتھ مربوط ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان دس گم شدہ یہودی قبائل کا نظریہ چند آزاد خیال مغربی حضرات اور Assinilationists حضرات کا ایک تند و تیز ردِ عمل ہے جو بہ حیثیت مجموعی یہودی قوم کے وجود کا انکار بھی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہودی رسم و رواج کا پابند بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ غیر معمولی قوت والے لوگ کنیسہ (یہودی عبادت گاہ) کی سالگرہ کے موقعہ پر، بڑی تیزی کے ساتھ کنی کترا جاتے ہیں۔ اینگلو اسرائیلیت انتہائی زوردار طریقے سے عوام کو یہودی بنانے کے مشن میں متحرک ہے (کتاب Rape Of Plastine تصنیف Ziff W.B. صفحہ ۳۳) وہ حضرات جو بڑے یقین کے ساتھ اور پختہ انداز میں اسرائیل کے گم شدہ قبائل کہلاتے ہیں وہ برطانیہ کے اینگلو اسرائیلی ہیں جو اینگلو امریکن فیڈریشن کے اراکین ہیں برطانوی کامن ویلتھ اقوام انہی دس گم شدہ قبائل کی اولاد کہلاتی ہیں۔

امریکی باشندے یہودی Manasseh قبیلے کی اولاد ہیں جبکہ انگلینڈ کے انگریز Ephraim کی اولاد کہلاتے

ہیں۔ امریکہ کی متحدہ ریاستوں اور کینیڈا کے باشندے Covenant کے نام سے معروف ہیں۔ جن سے "خداوند خدا" نے میثاق جس متعین لیا تھا۔ برطانیہ اور جرمن سے مشترکہ پیدا ہونے والی نسل Anglo-sexon اسرائیل کے شمالی علاقوں کے اخلاف ہیں اور خداوند کی اس رحمت کے مالک سمجھے جاتے ہیں جو دنیا کے خاتمے تک اسرائیل کے موعود رہیں گے کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کا تخت حکومت فلسطین سے برطانیہ عظمیٰ کے نام منتقل ہو چکا ہے۔ تخت داؤد خداوند خدا کی طرف سے ایک موعودہ دائمی تخت ہے۔ مستقبل میں بین الاقوامی عالمی ریاست کو حضرت داؤد علیہ السلام کے گھر سے نجات ملے گی۔ (کتاب The Voice Of Prophacy تصنیف J.C.Stevenson صفحہ ۶) انگریز اور جرمن نسل سے پیدا ہونے والے Anglo-sexon استعماری نوجوان جس شکل میں جو بھی جدوجہد کر رہے تھے۔ تعمیری انداز میں وہ جدوجہد عبرانی فلاسفی کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ اور مکمل طور پر عبرانیت میں اس حد تک جذب ہو چکی تھی کہ انگریزوں کی نوجوان پود اپنے آپ کو یہودیوں کی اولاد تسلیم کرتے تھے۔ برطانیہ کے کثیر حصوں کے باشندوں کی اکثریت کا یقین کامل یہ صورت اختیار کر چکا تھا کہ یہ برٹش نوجوان برٹش اسرائیل فیڈریشن قائم کرنے پر تل گئے تھے۔ ایک دور ایسا بھی آیا کہ یورپ کے پانچ لاکھ افراد جن میں بڑی بڑی اعلیٰ ذی وقار، اور بزرگ شخصیتیں شامل تھیں یہاں تک کہ ملکہ وکٹوریہ اور شاہ ایڈورڈ ہفتم نے (فلسطین کے) قطعۂ زمین کو واپس کر دینے کا مطالبہ کر دیا۔

(کتاب Rape Of Palaszine تصنیف W.B.Ziff صفحہ ۳۴) یورپ کی گمنام خفیہ سوسائٹی میں یہودیوں کی تیز طرار فراست اور اثر و نفوذ نے فری میسن تحریک کو ایک متوازی شکل میں چلایا۔ فلسطین میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر نو کی تمثیل کا نشان مقرر کیا کہ فلسطین میں یہودیوں کی واپسی کے بعد مذکورہ تمثیل کے مطابق ہیکل سلیمانی کو تعمیر کیا جائے گا۔ صاحبان تدبر و فراست۔ بین الاقوامی امور کے ماہرین اور تاجر طبقے کے علاوہ سول اور ملٹری کی اچھی خاصی تعداد مختلف اقسام کی سماجی اور مذہبی رسومات کو ادا کرنے۔ فرقہ بندی کے تشخص کی عرفیت کو اجاگر کرنے، فری میسن کے کھوئے ہوئے کندہ خطوط کی بنیادوں پر ساز باز کرنے کی خاطر فری میسن لاجوں میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ فری میسن لاج کی عمارتیں، امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی اور متحدہ ہندوستان کے اہم شہروں میں کھڑی کر دی گئیں۔ ہندوستان میں تحریک آزادی ۱۸۵۷ء سے قبل ہی فری میسن کارکنوں نے اپنی جڑیں قائم کر لی تھیں اور متحدہ ہندوستان کے دیگر حصوں میں بھی پھیل چکے تھے۔ (کتاب History Of Free Masons تصنیف R.E.Gould مطبوعہ لندن)

فری میسن تحریک نے ترکی خلافت کی سالمیت کے خلاف دلھیروں سازشی منصوبے تیار کئے۔ اونچے درجے کے فری میسن ارکان نے خفیہ سوسائیٹیوں کے ذریعہ ایسے تخریب کار حاصل کئے جو وہاں کے مقامی باشندے تھے۔ ۱۸۷۸ء میں پیدائشی یہودی مسٹر ڈزرائیلی برطانیہ کی وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہو گیا۔ اس یہودی نژاد وزیراعظم نے پر اسرار آپریشن کرنے کی خاطر چند خطوں میں خفیہ سوسائیٹیاں جاری کرنے کی

ہدایات جاری کر دیں۔ جو ترک کی عثمانی خلافت کے اندرونی اور بیرونی حصوں میں اپنی ڈیوٹیاں سرانجام دے رہتی تھیں۔ جینیوا۔ پیرس۔ لندن۔ برسلز اور ۱۸۸۲ء میں برطانوی تسلط کے بعد مصر کے قاہرہ شہر میں بھی مذکورہ بالا پراسرار سوسائیٹو کی بنیاد رکھ دی گئی تھیں۔ جنگجو طبقے کی ان سوسائیٹیوں نے حوصلہ افزائی کی اور دنیائے عرب کو عثمانی خلافت سے علیحدہ کر دینے کی تبلیغ میں جُت گئے۔ جارج انیٹونی کہتے ہیں کہ بیروت کے پروٹسٹنٹ کالج کے پانچ شامی طلباء نے وطنی قومیت کی اولین منظم جدوجہد کو جاری کیا۔ فری میسن نے تعاون سے ایک خفیہ سوسائٹی تشکیل دی گئی۔ شام ملک کے اندر، یورپی طرز پر زبردستی مداخلت کو متعارف کرتی رہیں (کتاب The Arab Awakening تصنیف George Antonity صفحہ ۳۹ مطبوعہ ۱۹۶۱ء)

جن ایجنسیوں اور خفیہ سوسائیٹیوں کو یہود کی پشت پناہی حاصل تھی انہوں نے متحد ہو کر یہودی مذہب کے احیاء اور منتشر ہو جانے والے یہودیوں کو فلسطین میں دوبارہ آباد کرنے کی سرگرمیاں تیز تر کر رکھی تھیں۔ مذکورہ ایجنسیوں اور خفیہ سوسائیٹیوں نے مسیحی عقائد پر وحشیانہ حملے کئے۔ عیسائی مشنریوں نے یہودی سرگرمیوں کو سختی سے قابل گرفت اور لائق تعزیر قرار دیا۔ اور ان سرگرمیوں کو طنز و تضحیک کا نشانہ بنایا۔ یہودی اسکالرز نے یہودی تصوّف کی فلاسفی اور اس کے نظریات کو بے پناہ شہرت دی۔ اسلام کی گرفت کو توڑ دینے اور اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے یہودیوں نے اسلام کے خلاف لعنت ملامت کی۔ اور فوری طور پر اسلام کے خلاف برانگیختگی کے گیت تیار کرنے شروع کر دیئے۔ یہودیوں نے راسخ العقیدہ مذہبی عقائد کو کرپٹ بنانے کی خاطر مقامی لوگوں کو کرائے پر حاصل کیا۔ تازگی نکھار، اور آزادی کے نام پر اپنی تحریک کی تبلیغ شروع کر دی۔ عالمی مسلمانوں نے آزادی کی اس یہودی تحریک کو امید افزاء نگاہوں سے بغیر کسی تحقیق کے دیکھا۔ یہ نہ سوچا کہ یہودیت کی یہ خفیہ ایجنسیاں جو کام کر رہی ہیں۔ ان کی ان سرگرمیوں سے اسلام کو کس حد تک نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ مسلمانوں نے عقلیت پرستی، قوم پرستی اور جدیدیت پرستی کو اس حقیقت کا امتحان لئے بغیر خوش آمدید کہا کہ مذکورہ ساری پرستیوں کے اندر اسلامی عقائد کے خلاف کیا کچھ اشارے کنائے اور خفیہ معانی پوشیدہ کئے گئے ہیں۔

اٹھارویں صدی میں یہودی قومیت پرستی وسیع پیمانے پر پھیل گئی۔ انیسویں صدی کے قریب تھیو ڈر ہرزل Thesder Hrezle کی کتاب یہودی ریاست The Jewish State چھپ جانے اور بیسل یہود کانگرس Basle Congress کے انعقاد کے بعد صیہونیت (یعنی یہودیوں کی سیاسی تحریک Zianism للمترجم) نے بین الاقوامی سطح پر ایک تحریک کی شکل اختیار کرلی۔ جس کا اصل مقصد یہودیوں کے وطن فلسطین پر قبضہ کرنا تھا۔

برصغیر پاکستان، بنگلہ دیش اور برما میں یہودی سرگرمیاں:

متحدہ ہندوستان برطانوی سامراج کے لئے اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے ایک خاص اہمیت رکھتا تھا۔

متحدہ ہندوستان میں یہودی سرگرمیوں کی جانچ پڑتال کا ایک تاریخی باب ہے۔ برطانوی حکومت کو استحکام بخشنے کی خاطر ہندوستان میں یہودی بین الاقوامی امور کے ماہرین۔ فوجی افسران اور تاجر حضرات یہودی مقاصد وعزائم کی وکالت کرتے تھے اور یہودیوں کے حمایتی تھے۔ خلافت عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی خاطر

وجود محافظ۔ صیہونیوں نے ساتھ گورے سامراج کی خارجہ پالیسی کا ایک نمایاں وصف تھا۔ اینگلو جیوئش تنظیم جس کا مرکز لندن میں قائم تھا۔ برطانیہ اور اس کے مقبوضہ ممالک میں اس تنظیم کو بڑی دلچسپی تھی۔ برطانیہ کے دفتر خارجہ سے اینگلو جیوئش تنظیم کو ہر وقت پر خلوص تعاون حاصل رہتا تھا۔ برطانوی حکومت سیاست کا لحاظ کئے بغیر انگریزی دفاتر سے یہودیوں کی مکمل حمایت ترقی کر رہی تھی۔ مذہبی احیاء کے نام پر ایشیا اور مشرق اوسط میں جو تحریکیں اٹھیں ہم دیکھتے ہیں کہ ان (مذہبی) تحریکوں کے یہودیوں کے ساتھ پر اسرار روابط پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں مرزائی(قادیانی) ایران کی بہائیت۔ فری میسن موومنٹ اور تھیاسوفسٹ تحریک ،ان تمام تحریکوں کے یہودیوں کے ساتھ خفیہ روابط قائم تھے۔ فری میسن اور تھیاسوفسٹ اداروں کی بنیاد امریکہ میں رکھی گئی۔ برطانیہ اور اس کے مقبوضہ علاقوں میں بالخصوص یہودی ایجنٹ کام کر رہے تھے۔ کالونل اولکوٹ Colonel-olcott نامی شخص کا ماضی جو ایک فری میسز تھا۔ اپنے ماضی کے بہت سے سوالات اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ امریکہ میں موصوف کو جیل بھیج دیا گیا تھا۔ جرم یہ تھا کہ وہ جب ۱۸۷۹ء میں ایک روسی جنرل کی بیوہ Madam Blavatsky کے ساتھ ہندوستان آیا تھا۔ تو یہاں پہنچ کر کالونل اولکوٹ نے فری میسن تحریک کے بارے میں ایک خلاف قانون اور گھناؤنی قسم کا لٹریچر پھیلا دیا تھا۔ ان کا ماضی مشکوک اور متشتبہ واقعات سے بھر پور تھا۔ ان دونوں نے بدھ مت کے ملحدانہ عقائد کی تبلیغ کی۔ مدراس میں تھیاسوفی تحریک کا ایک مرکز قائم کیا۔ اپنے ہندوستانی دورے میں انہوں نے بدھ مت اور ہندو دھرم کی تعریف کی۔ عیسائی مشنریوں اور مسیحیت کی تردید کی۔ ہندوستان میں تھیاسوفی کی ایک مضبوط تحریک قائم کرنے کے بعد ۱۸۸۴ء میں وہ یورپ کو روانہ ہو گئے۔ اس سفر کے دوران ایک موقع ایسا بھی آیا کہ میڈم بالواٹسکی نے کالونل اولکوٹ کو سوئٹزرلینڈ جرمنی اور اٹلی کے سفر کے دوران روس کی خفیہ سروس کی پیش کش کی۔ لیکن اس نے انکار کر دیا (کتاب The Story Of Blavatasky کتاب The Olcott Insid On Notes کتاب TheTrue Story Of Blavatasky مطبوعہ فلاڈیلفیا امریکہ صفحہ ۵)

میڈم موصوفہ بتیس ڈگری کی فری میسز تھیں اور فری میسرز حلقوں میں ان کا بڑا اثر ورسوخ تھا موصوفہ کی کتاب Isis Uniled فری میسزی طریق کار سے متعلق ایک بہترین اور قابل ذکر کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ اینی بیسنٹ Annie Basant کے ساتھ ان محترمہ کے قریبی تعلقات تھے۔ ہندوستان کے میول رول نظریات کی وہ ایک معروف حامی تھیں۔ اور فری میسن کی ایک اعلیٰ اور بزرگ خاتون تھیں۔

حکیم محمود احمد ظفر

حفاظت

مرثد بن ابی مرثد رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی تھے۔ نہایت نیکو کار اور پاکیزہ صفت، نبی اکرم ﷺ نے انھیں اس کام پر مامور فرمایا تھا کہ مکہ مکرمہ میں جو بعض مسلمان کفار کے پنجۂ ظلم و ستم میں گرفتار ہیں، ان کو کسی طریقہ سے مدینۃ الرسول میں لایا جائے۔ اس فرض کی بجا آوری کے لئے مرثد رات کے

اندھیرے میں چھپ کر مکہ میں داخل ہوئے۔ اس زمانہ میں مکہ آج کی طرح کا مکہ نہیں تھا۔ بلکہ بہت چھوٹا سا شہر تھا۔ مکان اور گلیاں کچی تھیں۔ مرثد جونہی مکہ میں داخل ہوئے۔ شب دیجور سایہ فگن تھی۔ گلیاں سنسان، ہر طرف سناٹا اور ایک ہو کا عالم طاری تھا۔ اکا دکا مکانات سے روشنی کی مدھم سی لو اٹھ رہی تھی۔ اکثر گھروں میں تاریکی تھی۔ یہ سمٹتے سمٹاتے اور چھپتے چھپاتے جا رہے تھے۔ اچانک سامنے سے ایک سایہ نمودار ہوا۔ مرثد اور سمٹ گئے۔ سایہ قریب سے قریب تر آتا گیا، اور پھر ایک نسوانی آواز آئی!

مرثد! تم ہو؟ میں نے تمہیں پہچان لیا، کہو کیسے آنا ہوا؟

"عناق ہو"؟ مرثد نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں" عناق نے فی الفور جواب دیا۔

عناق کبھی مرثد کی نشاط روح تھی۔ کبھی دونوں ایک دوسرے کو اتنا چاہتے تھے کہ کسی کا بھی پل بھر کے لئے دوسرے کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا تھا۔ عناق کے دل و دماغ پر ان سہانے دنوں اور نشاط انگیز راتوں کی یادوں کی فلم چلنے لگی۔ مرثد کی قیمتی دولت سے بہرہ ور ہو کر مدینہ طیبہ چلے گئے تھے اور عناق اسی کفر کی حالت میں غلطاں و پیچاں مکہ میں زندگی کے دن گزار رہی تھی لیکن مرثد کی یاد اس کے قلب کی اتھاہ گہرائیوں میں اب بھی اسی طرح انگڑائیاں لے رہی تھی۔ وہ اسی انتظار میں تھی کہ ایک روز مرثد کو اس کی یاد ضرور واپس لائے گی۔ اور آج وہ مرثد کو اپنے سامنے دیکھ رہی تھی۔

"مرثد! آج تم میرے ہاں شب باشی کرو گے ناں"؟

پھر اسی وقت اس نے مرثد کا ہاتھ اپنے گھر لے جانے کے لئے پکڑ لیا، لیکن مرثد وہ مرثد نہیں تھا۔ وہ اب بادۂ توحید سے مست تھا، اس کا سینہ ایمان کے نور سے منور تھا۔ جاہلیت کی ساری باتوں سے اسے اب نفرت ہو چکی تھی۔ لہٰذا اس نے اچھل کر اس کا ہاتھ یوں جھٹکا جیسے کوئی ناگ لپٹ گیا ہو۔

مرثد نے جونہی ہاتھ جھٹکا، عناق حیران رہ گئی، کیونکہ اس سے قبل کئی کئی راتیں ان کی ہم آغوشی میں گزر جاتی تھیں۔

"خیر تو ہے، تم پاگل تو نہیں ہوگئے؟" عناق نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔ "تم جانتے ہو کہ یہ بازو اور ہاتھ تمہیں کتنے پسند تھے؟"

"وہ اور وقت تھا۔ عہد رفتہ کی باتیں چھوڑو، ماضی کی باتیں قصۂ پارینہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ وہ زمانہ جاہلیت کی باتیں ہیں جب مجھے حلال و حرام، نیکی اور بدی، حق اور باطل، اور نجاست و پاکیزگی میں تمیز نہ تھی۔ مرثد نے عناق کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اب اللہ نے مجھ پر اپنا خاص فضل کیا ہے، مجھے نیکی کی ہدایت دی ہے، صراط مستقیم دکھائی ہے اور ایمان کے نور سے میرے دل کو منور کیا ہے۔ اب میں اللہ کے فضل و کرم سے مسلمان ہوں۔ اسلام میں زنا حرام ہے اس لئے مجھے معاف رکھو۔"

عناق مرثد کے اس جواب سے سیخ پا ہو گئی۔ غصے سے اس کا رنگ سرخ ہو گیا اور وہ تلملاتے ہوئے بولی" بڑے آئے پاک دامن اور زنا کو حرام کہنے والے۔ تم میرے ساتھ چلتے ہو یا لوگوں کو آواز دوں؟"

مرثد نے کہا" نیک بخت اپنا راستہ ناپو۔ میں اب پاکیزہ زندگی کو چھوڑ کر نجاست کے گڑھے میں کبھی نہیں گروں گا۔ جاہلیت کی تمام باتیں میں نے اب ہمیشہ کے لئے تج دی ہیں۔

عناق ناگن کی طرح پھنکاری اور زور زور سے چیخنے لگی۔

"لوگو! مرثد آیا ہے، تمہارے قیدیوں کو بھگانے کے لئے"

اونگھتا ہوا مکہ ایک دم اس آواز سے جاگ اٹھا۔ لوگ آواز کی طرف دوڑے۔ مرثد بھاگنا چاہتے تھے کہ عناق نے ان کا دامن پکڑ لیا، لیکن وہ زور سے جھٹکا دے کر اس کی گرفت سے نکل گئے۔

کہاں گیا؟ کہاں گیا؟ تاریکی میں آوازیں آنے لگیں، اور پھر مرثد کی تلاش میں لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔

رات کی تاریکی کی چادر نے مرثد کو اپنے دامن میں چھپا لیا۔ مرثدؓ ایک غار میں جا چھپے۔ لوگ ہر طرف انہیں ڈھونڈتے رہے۔ آخر ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس غار تک بھی پہنچ گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نیک بندے کی اسی طرح حفاظت فرمائی جس طرح اپنے نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی غار ثور میں حفاظت فرمائی تھی۔ جونہی مکہ والے غار کے منہ تک پہنچے کسی پکارنے والے نے اچانک دور سے پکارا "وہ ادھر نہیں گیا ہے" پھر مرثد نے ان کے دوڑنے کی آواز سنی جو لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس طرح حق تعالیٰ شانہ نے اپنے اس نیک بندے کو ظالموں کے پنجہ سے بچا لیا۔

حاصل زندگی

(۱)

قلم سے پھول کھلیں نطق درفشاں ٹھہرے
وہاں چلا ہوں جہاں گردش زماں ٹھہرے

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں کرم اور بے حد عنایت کہ اس نے اس عاجز کو بھی اپنے گھر کی حاضری اور روضۂ رسول ﷺ کی زیارت نصیب فرمائی۔

۲۷/ اکتوبر ۱۹۹۵ء کی صبح تقریباً ساڑھے پانچ بجے ہم کراچی ائیر پورٹ میں داخل ہوئے کاغذات، پاسپورٹ، سامان کی چیکنگ وغیرہ کے بعد ساڑھے آٹھ بجے سعودی ائیر لائنز کا طیارہ ہوا میں بلند ہوا تو مجھے یہ خوبصورت شعر یاد آیا

تم آسماں کی بلندی سے جلد لوٹ آنا
مجھے زمیں کے مسائل پہ بات کرنی ہے

آدھ گھنٹے کی پرواز کے بعد کوئی ۹ بجے جہاز کے کپتان کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ طیارے میں فنی خرابی کی وجہ سے ہم واپس کراچی جا رہے ہیں۔ وہ فاصلہ جو طیارے نے پہلے آدھ گھنٹے میں طے کیا تھا واپسی پر وہی فاصلہ جوں توں کر کے ایک گھنٹے میں مکمل کیا۔ عملہ اور مسافر دونوں پریشان تھے آخر ۱۰ بجے دن ہم کراچی ائیر پورٹ میں واپس داخل ہو رہے تھے۔ اعلان کیا گیا کہ جدہ جانے والے سعودی ائیر لائنز ایس وی ۷۰۴ کے مسافر دو گھنٹے لاؤنج میں انتظار کریں۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے بعد دوپہر کچھ لوگ نماز ظہر ادا کرنے لگے۔ کراچی ائیر پورٹ میں نماز وضو وغیرہ کا بہترین انتظام کیا گیا ہے۔ میرے سامنے والے بنچ پر ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے شیشے کی دیوار کے پار ساتھ والے کیبن میں لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا پھر اپنی گھڑی دیکھی بڑبڑاتے ہوئے خود سے کہنے لگے۔

”نہیں ابھی نماز کا وقت نہیں ہوا، ڈیڑھ بجے شروع ہو گا۔ حرم پاک میں جب پہلی دفعہ میں نے نماز ظہر باجماعت ادا کی تو بارہ بجکر ۲۵ منٹ بعد دوپہر کا وقت تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کراچی ائیر پورٹ والے اس بزرگ کی نماز کا وقت یہاں بھی پتہ نہیں شروع ہوا کہ نہیں۔

کوئی ایک بجے سعودی ائیر لائنز سیکورٹی کا ایک نمائندہ آیا کہ دوپہر کے کھانے کے لئے ائیر پورٹ ہوٹل کی بالائی منزل میں تشریف لے چلیں۔ کھانا کھا کر واپس اسی لاؤنج میں آنا تھا۔ دو گھنٹے مزید گزر گئے۔ ۲۷۰ مسافر تھے جن میں سے مرد عورتیں بچے اکثر احرام کی حالت میں تھے۔ رات کے جاگے ہوئے مسافر کچھ اونگھ رہے تھے کچھ تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔ مغرب کی نماز کے قریب پر تکلف چائے سے مسافروں کی

تواضع کی گئی۔ رات ہو چلی تھی مگر جہاز کی روانگی کے آثار دور دور تک نظر نہیں آرہے تھے۔ آخر مسافر تھک ہار کر سعودی ائیر لائنز کی انتظامیہ کے گرد ہونے لگے کہ رات یہاں کیسے گزاریں گے۔ کوئی متبادل بندوبست کیا جائے۔ کافی بحث و تکرار کے بعد انتظامیہ کے سربراہ انتظام اللہ نے اعلان کیا کہ ایس وی ۷۰۳ کے مسافر امیگریشن والوں سے پاسپورٹ پر اپنے ملک سے باہر جانے کا اجازت نامہ منسوخ کروا کر ائیر پورٹ سے باہر آجائیں۔ ہم انہیں رات گزارنے کے لئے ہوٹل لے جائیں گے۔ پھر بڑی بڑی قطاریں لگ گئیں۔ مرد عورت بچے بوڑھے تھکے ہارے پھر ایک نئی آزمائش سے گزر رہے تھے۔ میری ہمشیرہ جو عمرہ کے لئے میرے ساتھ جارہی تھیں مجھ سے کہہ رہی تھیں۔

حبیب! اللہ کا گھر دیکھنا شاید ہماری قسمت میں ہی نہیں ہے۔

قطار میں لگے ہوئے ایک بزرگ کی آواز سنائی دی۔

ہمارے تو گناہ یہیں بخشے گئے۔ آخر کوئی آٹھ بجے رات ہم کراچی کے فائیو سٹار ہوٹل ہالی ڈے ان میں تھے۔ دو دو چار چار مسافروں کے حساب سے کمرے الاٹ کئے جارہے تھے۔ کمرہ نمبر ۲۲۰ کی چابیاں ہمارے حصہ میں آئیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ ۹ بجے رات کوہ نور ہال میں ڈنر کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ہمارے کمرے میں دنیاوی آرائش و آسائش کی ہر قسم کی جدید سہولت میسر تھی۔ قارئین اس ہوٹل کی مہنگائی کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ مینو کارڈ پر فانٹا بوتل کی قیمت ۵۵ روپے درج تھی۔ گویا سعودی ائیر لائنز والوں نے ہمارے ٹکٹ کا تقریباً نصف اس دن ہم پر خرچ کر دیا تھا۔ نماز عشاء سے فراغت کے بعد ۹ بجے رات ہم کوہ نور ہال میں تھے۔ قیمتی برتن، نفیس جھالریں، جھلملاتے فانوس، روشنی سے ہال بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ ان مسافروں کے عزیز و اقارب جو کراچی کے رہنے والے تھے ان سے ملنے چلے آرہے تھے۔ شاید انہوں نے اپنے اپنے گھروں میں جہاز کی خرابی کی اطلاع دے دی تھی۔ کراچی کے حالات ویسے ہی مخدوش ہیں۔ ایسے میں انسان کے ذہن میں قسم قسم کے واہمے شہد کی مکھیوں کی طرح گردش کرنے لگتے ہیں۔ ہوٹل میں ٹیلی فون کی سہولت کے باوجود میں نے اس خیال سے کراچی میں اپنے عزیز لیفٹیننٹ محمود احمد اور بیٹی کو اطلاع نہ دی تھی کہ وہ ناحق پریشان ہوں گے۔ ہو سکتا ہے وہ یہ خبر سنتے ہی ہوٹل چلے آئیں اور ہم اس وقت ائیر پورٹ کی طرف روانہ ہو چکے ہوں۔ وہ پھر پریشانی میں ائیر پورٹ اتنی دور آئیں۔ کراچی کے فاصلے کون سے کم ہیں۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ رات ۱۲ بجے کے بعد کسی وقت بھی روانگی ممکن ہے۔ مگر جو ہونا ہو وہ ہو کے رہتا ہے۔ میرے ایک دوست کا بھائی جدہ میں رہائش پذیر ہے۔ میرے دوست نے انہیں پہلے اطلاع دے رکھی تھی انہوں نے جہاز کے مقررہ وقت پر جو بھی سواریاں ائیر پورٹ سے باہر نکلیں مجھے تلاش کیا مگر یہ تحقیق نہ کی کہ کون سی فلائٹ آئی ہے۔ میرے نہ ملنے پر انہوں نے فوراً ملتان اپنے بھائی کو اطلاع دے دی کہ آپ کا مسافر نہیں آیا۔ آخر کراچی میں میرے عزیز لفٹیننٹ محمود احمد اور کمانڈنگ آفیسر محمد ظہور نے کراچی ائیر پورٹ سے معلومات حاصل

کر کے ملتان گھر اطلاع دی کہ جہاز خراب ہو گیا تھا۔ ۲۰ گھنٹے کے التواء کے بعد دوسرے دن ۳ بج کر ۲۰ منٹ پر رات کو جدہ کے لئے روانہ ہوا۔

پاکستان کے وقت کے مطابق ہم تقریباً صبح ساڑھے سات بجے جدہ پہنچے۔ سعودی عرب میں اس وقت ساڑھے پانچ بجے تھے۔ فجر کی نماز جدہ ائیر پورٹ پر ادا کی اور امیگریشن بکنگ کے لئے پھر قطاروں میں کھڑے ہو گئے۔ یہاں سے فراغت ہوئی تو کسٹم والوں نے آلیا۔ ایک ایک مسافر کے بیگ اٹیچی کیس کھلوا کر ایک ایک چیز چیک کی گئی۔ نئے کپڑوں کے کالر اور آستین چھرے سے پھاڑ دیئے گئے۔ صابن ٹوتھ پیسٹ برش، ہتھوڑی سے توڑ دیئے گئے۔ موٹے جوتوں کے تلووں میں برمے سے سوراخ کر دیئے گئے۔ اٹیچی کیس اور بیگ کے نیچے لگی ہوئی لکڑی، گتہ سب توڑ دی گئی۔ اشیاء کی پیکنگ درہم برہم کر دی گئی۔ یہاں تک کہ بعض مسافر سامان ہاتھوں میں اکٹھا کر کے باہر نکلے۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے کسی دشمن ملک کے باشندے ان کے ہتھے چڑھ گئے ہوں۔ یہ سارا کیا دھرا ان بدنام زمانہ منشیات فروش پاکستانی گماشتوں کا تھا جو ہیروئن، بھنگ، چرس سمگل کرتے اور پاکستان کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ کرتے وہ ہیں اور بھگتتے سب ہیں۔ بہر کیف! ۳ گھنٹے کی ذہنی کوفت سے گزر کر ہم باہر آئے۔ ایک ٹیکسی والے سے مکہ کی بات ہوئی ۲۵ ریال (۲۵۰ روپے پاکستان کے مطابق) فی سواری کرایہ طے پایا۔ چیک پوسٹ پر پاسپورٹ چیک کیا گیا۔ راستے میں پہاڑ کے اوپر ایک پل نظر آیا اس کی شکل کھلی رحل کی بنائی گئی تھی نیچے سے گاڑی گزری تو میرے ہم سفر ساتھی نے بتایا یہاں سے مکہ کی حد شروع ہوتی ہے۔ سڑک کے دونوں جانب بلند و بالا پہاڑ تھے۔ میں نے اپنی ہمشیرہ کو بتایا کہ ہم مکے کی وادی میں داخل ہو رہے ہیں۔ ایک جذباتی کیفیت میں آنسوؤں کے ساتھ انہوں نے میری طرف دیکھا اور کہا۔ حبیب! ہم کتنے خوش قسمت ہیں۔ اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اس نے ہمیں وہ شہر دکھایا جہاں اللہ کا گھر ہے، جہاں رسول پاک ﷺ رہتے تھے، چلتے پھرتے تھے۔ ہم اس قابل کہاں، سب اس کا کرم ہے۔

میری ہمشیرہ نے مکہ مکرمہ میں مسجد سے اپنی ایک قلبی واردات بیان کی کہ جب میں گوجرانوالہ اپنے سب متعلقین سے یہ کہہ کر ملتان واپس آیا کہ اب ان شاء اللہ عمرہ کے بعد ملاقات ہو گی۔ تو ہمشیرہ کہتی ہیں کہ انہوں نے اندر کمرے میں جا کر نماز ادا کی اور بڑی دیر تک روتی رہیں۔ ایسی حسرت کے ساتھ کہ کاش آج والد زندہ ہوتے، میری بھی اتنی حیثیت ہوتی۔ تو بھائی کو اکیلا کبھی نہ جانے دیتی۔ جس کے تیسرے دن چھوٹے بھائی کا پیغام آگیا۔ کہ آپی جان! آپ بھی تیاری کریں۔ بھائی جان کے ساتھ عمرہ پر جائیں گی۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

....

جمہوریت ناکام طرزِ حکومت

مملکت (خداداد؟) پاکستان نے اپنے قیام کے روزِ اول ہی سے اپنے لئے پارلیمانی جمہوریت کو بطور نظامِ حکومت اختیار کیا مگر اس کی سالگرہیں (؟) پاکستان کی عمر سے بہت کم شمار ہوتی ہیں بلکہ غالباً نصف کے قریب رہ گئی ہیں۔ البتہ اگر اہلِ جمہوریت اس پچاس سالہ دور میں دو تین مارشل لاؤں کو بھی اپنے کھاتے میں ڈال لیں تو شاید اس کی عمر پاکستان کے برابر ہوجائے کیونکہ مارشل لاء بھی جمہوریت کی کوکھ ہی سے پیدا ہوتے رہے ہیں اور پھر مارشل لاء جمہوریت کو اپنی "پسلی" سے نکالتا رہا ہے۔ اس جملۂ معترضہ پر معذرت کے بعد کہنا ہم یہ چاہتے ہیں کہ جمہوریت سے پاکستانی قوم فلاح نہیں پاسکتی۔

۱۔ جمہوری حکومت کے قیام کے لئے ملک بھر میں دوہرے انتخابات (قومی اور صوبائی) کا ڈول ڈالا جاتا ہے جس پر کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے اور یہ روپے حکومت اپنے انتظامات کے سلسلے میں صرف کرتی ہے جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ ان انتخابات میں حصہ لینے والے اشخاص اپنی کامیابی کے لئے ووٹروں کی خرید کے لئے جو مال خرچ کرتے ہیں اس کا کوئی شخص اندازہ نہیں کرسکتا۔ اور وہ اس لئے کرتے ہیں کہ جیتنے کی صورت میں ایم این اے یا ایم پی اے بن کر سرکاری طور پر اپنے علاقوں کی ترقی کے نام سے جو صوابدیدی رقوم کروڑوں میں ملتی ہیں وہ ان کے اخراجات کی کمی پوری کرنے کے کام ہی آتی ہیں۔ اِلّاماشاء اللہ! اس طرح ترقی کے بلند بانگ دعووں کے باوصف ان علاقوں میں کہیں مکمل تعمیری کام نہیں ہوتا۔ یہ ہم اپنے مشاہدے کی بناء پر کہہ رہے ہیں۔ اگر وہ رقمیں ایم این اے اور ایم پی اے حضرات علاقوں پر خرچ کرتے تو آج ملک بھر میں کہیں کچا راستہ نظر نہ آتا اور کوئی گاؤں، اسکول، ہسپتال، مرکزِ صحت اور دیگر عوامی بہبود کے ادارہ سے خالی نہ رہتا۔

۲۔ تعلیم یافتہ (اعلیٰ تعلیم یافتہ طلباء) لوگوں کو سرکاری ملازمتوں کی تلاش میں ایم این اے، ایم پی اے حضرات کی سفارش کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہونا پڑتا ہے کیونکہ ان کی تحریری اجازت یا سفارش کے بغیر کسی دفتر کو ملازم رکھنے کی اجازت نہیں۔ اس طرح زیادہ رشوت یا نذرانہ دینے والے یا ممبران کے عزیز و اقارب اور ان کے "اپنے" آدمیوں کے متعلقین ہی ملازمت کی کرسی تک پہنچتے ہیں۔ وہاں اہلیت (MERIT) کا کوئی مقام نہیں۔ اس سلسلے میں ان ممبران کے نزدیک ان کی ووٹنگ میں مدد دینے والے لوگ ہی تمام مراعات کے مستحق ہوتے ہیں۔ باقی سب "اچھوت" کے زمرے میں آتے ہیں۔ گویا جمہوری طور پر منتخب شدہ ممبر قومی خدمت کے لئے نہیں ان کی اپنی خدمت کرنے والوں کے لئے کام کرتے ہیں۔

۳۔ ملک میں غنڈہ گردی اور بدمعاشی کا جو کلچر فروغ پاچکا ہے اس کی پشت پر بھی یہی جمہوری ارباب

حکومت ہوتے ہیں ۔ کسی چوری یا ڈاکے میں پکڑے جانے والے لوگ پولیس کی حوالات میں بمشکل ایک رات رہتے ہیں ۔وہی دن رات ان کے پشت پناہوں کی طرف سے تھانوں میں ٹیلیفون کرنے میں لگتی ہے اور صبحدم وہ " باعزت " چھوڑ دیئے جاتے ہیں ۔ایسے اکثر وارداتیے پولیس سے خاصے متعارف ہوتے ہیں۔اور وہ خود ہی "پشت پناہ" کو فون کر کے بتادیتے ہیں کہ آپ کا یا آپ کے آدمی ہمارے پاس ہیں ،ذرا "اوپر" فون کر کے ہمیں ان کی رہائی کا آرڈر لے دیں۔

۴۔ ملک میں ان دنوں منشیات کا بہت شور ہے۔ پولیس والے چرس اور ہیروئن فروشوں کے اڈوں سے واقف ہوتے ہیں اور ایک آدھ "کارروائی "ڈالنے کے لئے ان کو پکڑ کر ان کے "باسوں" کو خود ہی بتادیتے ہیں کہ اوپر سے حکم ملا تھا تو ہم نے چھاپہ مارا اب آپ "اوپر" سے ان کی رہائی کا پروانہ دلادیں پولیس خود بھی اس گھناؤنے کاروبار کے "باسوں" (BOSSES) کو جانتی ہےاور اوپر والے تو خود ان کے ہاں ضیافتیں اڑاتے ہیں۔ وہ "باس" لوگ بھی بعض صرف ایم پی اے ۔ ایم این اے کے اور بعض "کرسی نشینوں" کے آدمی ہوتے ہیں۔ جو یہ منشیات اسمگل کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ یعنی ان پر کسی قسم کی قدغن نہیں لگنے دیتے۔ کیونکہ وہ ممبر یا کرسی نشین جمہوری انتخابات میں ان کے "کانے" (مرہون منت) ہوچکے ہوتے ہیں ۔

۵- یہ بھی دید و شنید ہے کہ انتخابات میں جاگیرداروں ، کارخانہ داروں اور بڑے تاجروں کے لئے کام کرنے والے اکثر چھوٹے زمیندار یا صاحب ثروت لوگ ہوتے ہیں اور ان سب کے باڈی گارڈ عموماً بندوق بردار پالتو غنڈے ہوتے ہیں جن کا باقاعدہ گینگ ہوتا ہےوہ ایک طرف تو قتل و غارت گری کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے پشت پناہوں کی حفاظت کا معاوضہ بھی لیتے ہیں اور اس غنڈہ گردی کا یہ عالم ہے کہ کوئی شہری رات کو اطمینان سے نہیں سوسکتا۔ کون جانے کس وقت اور کس گھر میں ڈاکہ پڑے۔ پھر یہ ڈاکو صرف مال ہی نہیں لوٹتے، گھر والوں کو قتل اور عورتوں کی بے حرمتی کئے بغیر باہر نہیں جاتے اور یہ ان "کانی" حکومتوں کے باعث ہی ہوتا ہے۔ ان بدمعاشوں کی صرف دو ہی قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک "پیشہ ور بدمعاش" اور دوسرے "سیاسی بدمعاش" اس کی وضاحت قارئین کے ذمہ ہے۔

ان مثالوں سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جمہوری حکومتوں میں (خصوصاً برصغیر میں) ہمہ جہتی بد عنوانی، رشوت، بد نظمی، کار کردگی، اسمگلنگ، قتل و غارت غرض تمام عیب ڈنکے کی چوٹ ہوتے ہیں۔اب بتایا جائے کہ دن رات جمہوریت کا راگ الاپنے والی حکومتیں عوام کے سکھ چین کا کوئی نمونہ اب تک پیش کر سکی ہیں ؟ پاکستان کے پچاس سال کسی ایک دن کی نشاندھی نہیں کر سکتے جب سکون و طمینان کا سانس لیا گیا ہو۔ کیا یہ طویل تجربہ کافی نہیں ہے کہ اب تک اسی پر اصرار کیا جارہا ہے؟

یہاں مثالیں تو بے شمار ہیں مگر چلتے چلتے ایک بظاہر چھوٹی سی مگر حقیقتاً ایک بہت بڑی حقیقت پیش

کرنا چاہتے ہیں اور وہ ہماری ہر حکومت یہاں سیکولر نظام کو رواج دینے میں مستعد رہی ہے اور اسلام کا نام محض پاکستان کے حصول کا ذریعہ ہی سمجھا جارہا ہے۔ عملاً اس کو ایک گیا گزرا اور ناقابل عمل نظام یقین کر لیا گیا ہے۔ اس پر صرف یہی کہنا کافی ہوگا کہ گزشتہ حکومتوں نے بھی اپنے "بنیاد پرست" نہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور آج کی حکومت بھی سابقہ حکومتوں کا تسلسل ہی ہے۔ اس لئے اس پر کیا گلہ ایک طرف کشمیر پر دنیا بھر میں واویلا مچانے اور اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے مظالم کی داستانیں اور خبریں اخباروں اور ٹیلی ویژن پر عام ہوتی ہیں مگر ساتھ ساتھ ٹی وی کی سکرین، ناچنے تھرکتے عشقیہ ڈرامے اور فلمیں دکھانے اور ہوسناکی کو تحریک دینے والے پروگراموں سے معمور ہوتی ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ حکومت یہاں کونسا معاشرہ پیدا کرنا چاہتی ہے۔ اس سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ ایک باغی نسل کچھ ہی عرصے میں عورت، مرد کے درمیان تمام حجابات اٹھا دینے کے لئے یلغار کرنے والی ہے۔ جس ٹی وی پر کشمیری عورتوں کی بے حرمتی کا واویلہ مچایا جاتا ہے۔ اسی پر قوم کی بیٹیوں کو بیسرٹیوں کے ساتھ کھل کھیلنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اگر ادھر کا غم واندوہ ہے تو گھر میں عیاشی اور اوباشی کے مناظر کیسے؟ اس پر یہی کہا جائے گا

یہ سب کارنامے ہیں جمہوریت کے

اس تمام دردسری کا مقصد یہی ہے کہ جمہوری حکومتیں قوم کو فلاح سے نہیں غرقابی سے دوچار کر کے رہیں گی۔ وہ غرقابی خواہ عذاب الہیٰ کی صورت میں ہو خواہ ایک جنگلی قوم کی تشکیل کی صورت میں! اسکے لئے ہمارے علماء کرام کو سر جوڑ کر کوئی مداوا سوچنا چاہیئے۔ اسلامی جماعتوں کو اس طرف فوراً توجہ دینی چاہیئے ورنہ پانی سر سے گزر گیا تو کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور آپ آخرت میں باز پرس سے مبّرا نہیں رہ سکیں گے۔ ہم اسلامی جماعتوں کے سربراہوں سے پوچھنا چاہتے ہیں۔

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟

باذوق قارئین کے مطالعہ کے لئے دینی کتابیں

* افکار شیعہ
مولانا سعید الرحمن علوی مرحوم (قیمت=/150 روپے)

* واقعۂ کربلا اور مراسمِ عزاء
مولانا سعید الرحمن علوی مرحوم (قیمت=/80 روپے)

طنز و مزاح

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات انکی

☆ کپڑے نہ اتارنے پر چنگیز تھانیدار اللہ بخش سومرو پولیس چوکی باغ و بہار (خانپور) کا بھائی کے سامنے جوان بہن پر وحشیانہ تشدد! (ایک خبر)
اے اللہ اس چنگیز پر زمین تنگ کر دے!

☆ آصف زرداری قتل کے مقدمہ میں عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہیں (ایک تصویر)
آصف زرداری بننے کی خواہش کرنے والے عبرت حاصل کریں۔

☆ کرپشن کی کوئی بو نہیں آرہی (صدر لغاری)
منہ کو خون لگ جائے تو درندگی کا کوئی احسا نہیں رہتا۔

☆ لاہور سیشن کورٹ میں دھماکہ، ضیاء الرحمن فاروقی سمیت ۲۹ جاں بحق ۹۰ زخمی۔ (ایک خبر)
کیا اس سے عظمت صحابہ کا مشن ختم ہو جائے گا، کتنی گھٹیا سوچ ہے!

☆ چور جہیز لے گئے۔ پولیس کہتی ہے چوری نہیں ہوئی۔ (گڑھی شاہو لاہور کی متاثرہ منور بیگم)
پاکستان کے چور اور پولیس میں کوئی فرق نہیں۔

☆ حیدر آباد میں زہریلی شراب پینے سے ۴۸ افراد ہلاک۔ (ایک خبر)
خس کم جہاں پاک

☆ اپنی حلال کی کمائی سے الیکشن لڑ رہی ہوں (مسرت شاہین)
تو کیا پٹرول کی کمائی حلال کی نہیں ہوتی؟

☆ یہودیوں کا داماد (عمران) اسلامی ملک کی خدمت کیسے کر سکتا ہے۔؟ (حکیم سعید دہلوی)
یہود و نصاریٰ (عیسائی) کبھی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے (القرآن)

☆ ممتاز بھٹو نے اشتہاری ملزم کی حیثیت سے وزیر اعلیٰ کا حلف اٹھایا (حسین شاہ راشدی)
میرٹ کے عین مطابق ہے۔

☆ ہائی کورٹ نے اظہر سہیل کو بیرون ملک جانے کی اجازت دے دی۔ (ایک خبر)
عینک والا جن بوتل سے باہر آگیا۔

☆ "خبریں" کا فوٹو گرافر زیڈ اے شاہد (ذوالفقار علی شاہد) بھی بم دھماکہ میں مارا گیا۔ (ایک خبر)
"محرم علی" نے "ذوالفقار علی" کو بھی مار دیا۔

☆ جنوری کے آخر میں اصل نگران آجائیں گے (پگارا)

"جان میجر" اور "رافیل" آ کر چلے بھی گئے۔ آپ کی اطلاع درست ہے۔

☆ قادیانیوں کو غیر مسلم کی بجائے "احمدی" لکھا جائے گا (وزارت داخلہ کی امیگریشن کو ہدایت)
وزیر داخلہ کو آفریدی کی بجائے "پلیدی" لکھا جائے گا۔

☆ آٹے کی صورت حال بہتر ہوئی ہے (ڈائریکٹر فوڈ)
آپ کے گھر تو ہر چیز مفت پہنچ جاتی ہے۔

☆ سابق وزیر خورشید شاہ پر حاجیوں کی جگہ جیالوں کو بھیجنے کا الزام (ایک خبر)
شاید انہی میں سے آٹھ کا سر قلم کو دیا گیا تھا۔

☆ ربوہ میں مسلم طلباء پر تشدد کے واقعہ میں ملوث افراد کو قانون کے مطابق سزا دیں گے۔ (گورنر طارق رحیم)
یعنی پولیس پکڑے گی پیسے لے لے کر چھوڑ دے گی۔

☆ قاضی کے ساتھ نہیں بیٹھوں گی۔ جہاز میں قاضی حسین احمد کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی خاتون اٹھ کھڑی ہوئی (ایک خبر)
ایسی عورتوں کو تو لولو پولو کرنے والے مرد اچھے لگتے ہیں۔

☆ ۲۹ افراد کی ہلاکت کے بعد بھی ٹی وی پر مجرے اور ناچ گانے جاری ہیں۔ (ایک خبر)
ارشاد حقانی تیرے منہ پر پانی

☆ افسر شاہی بے کردار ہے۔ افسر فائلیں پڑھے بغیر دستخط کر دیتے ہیں۔ چھوٹے ملازمین کو پکڑ لیا جاتا ہے۔ (احتساب بنچ)
پاکستان بنا ہی افسر شاہی کے لئے ہے۔ سیکرٹری، ایڈیشنل سیکرٹریوں کے اللوں تللوں کے لئے ہیں۔

☆ ملتان پولیس نے ڈبل سواری کرنے والے ۷۰ شہریوں کو حوالات بھیج دیا (ایک خبر)
اور پیسے لے کر وارداتوں کی اجازت دینے والی پولیس کو حوالات کون بھیجے گا۔

☆ ریل گاڑی کے کرایہ میں دس فیصد اور بجلی کی قیمت میں ۱۴ فیصد اضافہ (ایک خبر)
نگران وزیراعظم کے سر پر نداستوں کا پگڑ

☆ حضور ﷺ نے مساوات کی تعلیم دی اس لئے حضرت بلال فوج کے جرنیل بن گئے۔ (عمران خان)
لال بجھکڑ بوجھ گیا اور نہ جانے کو پاؤں میں چکی باندھ کے ہرن نہ کودا ہو!

☆ نواز شریف کو مولوی کا اسلام پسند نہیں تو کیا مسٹر کا اسلام پسند کرتے ہیں؟ (مولانا عبدالستار نیازی)
اسلام کا پتہ نہیں۔ آپ کو بہت پسند کرتے تھے۔

☆ ریما کا اذان کے بارے میں بیان خلاف اسلام نہیں۔ (پیر کاکی تاڑ صفدر بخاری)
... نے لگے ذلیل اذانوں پر تبصرہ کیچ کا ہونے لگا میدانوں میں تبصرہ

☆ کسی بڑے سیاست دان کے خلاف کرپشن کا کوئی کیس نہیں۔ (احتساب کمیشن)
صرف بیس روپے رشوت لینے والے کی تصویر پولیس کے ساتھ چھپتی ہے

☆ نگران حکومت نے جن لوگوں کے قرضے معاف کئے وہ مجبوری تھی (وزیر اعلیٰ افضل حیات)
بے شرمی کے کوئی سینگ ہوتے ہیں

☆ محرم علی سے ۹۰ء میں بھی بم برآمد ہوئے تھے اس کا بھائی ساجد نقوی کا ڈرائیور ہے۔ (ایک خبر)
اسی لئے ساجد نقوی کا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں !

☆ میں چار ماہ عمران کے گھر رہی مری سیر کرنے گئے۔ یوسف صلاح الدین گڈی نامی طوائف ساتھ لے کر گیا۔ (سیتا وائٹ)
عمران سیتا وائٹ۔ صلاح الدین گڈی پاؤندے رہے مری وچ وارو واری لڈی

☆ تین ڈاکو تھانیداروں کو ایس ایس پی کے دفتر میں [illegible] ہتھ کڑی لگا دی گئی۔ (ایک خبر)
ایک بڑے ڈاکو [illegible] نے تین چھوٹے ڈاکوؤں کو ہتھ کڑی لگا دی۔

☆ پنجاب پولیس اہم شخصیات کی حفاظت کے لئے لیڈی اسٹنٹ انسپکٹر بھرتی کرے گی (ایک خبر)
اہم شخصیات کو غیر محفوظ کرنے کی سازش

☆ پاکستان کو ایرانی کالونی نہیں بننے دیں گے (اعظم طارق)
کالونی تو بنی ہوئی ہے پیغمبر کے دن ایک چھٹی۔ حضرت حسین کے دن دو چھٹیاں

بقیہ از صفحہ ۷

علماء کا موقف تھا کہ کوئی غیر مسلم اپنے آپ کو احمدی نہیں کہلا سکتا۔ یہ نسبت صرف مسلمان کے لئے خاص ہے۔ چونکہ مرزا غلام کادیانی کو نبی ماننے والے "کادیانی" مشہور ہیں اور آئینی طور پر غیر مسلم ہیں اس لئے انہیں "کادیانی" ہی لکھا جائے۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما اور مدرسہ ختم نبوت ربوہ کے منتظم ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔ انہوں نے حکومت سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ حالیہ تحریک کے دوران ربوہ میں مسلمان طلبہ نے بھی جلوس نکالا لیکن مرزائیوں نے ان پر حملہ کر کے عقیل احمد ذاکر اور دیگر طالب علموں کو زخمی کیا۔ ہم نے مقدمہ درج کرایا مگر ابھی تک ہمارے نامزد ملزم گرفتار نہیں ہوئے۔ حکومت تمام ملزموں کو گرفتار کر کے مقدمہ چلائے اور انہیں قرار واقعی سزا دے۔

حامد عثمان

جہالت ایک عظیم نعمت

یہ عنوان پڑھ کر آپ یقیناً چونک اٹھیں گے لیکن ٹھہریں، خالی الذہن ہو کر غور و فکر کے ساتھ اس مضمون کا مطالعہ کریں، آپ یقیناً اس سے اتفاق کریں گے کہ "اگر تندرستی ہزار نعمت ہے" تو جہالت لاکھ نعمت ہے۔ جہالت کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ جاہل ،اطمینان کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، بہت سے جذبات و محسوسات جو پڑھے لکھے حضرات کو بے خوابی اور ڈپریشن کا مریض بنا دیتے ہیں وہ ان سے محفوظ رہتا ہے۔ ایک روسی مفکر میخائل لرمنتوف کہتا ہے کہ "سب سے زیادہ مسرور تو وہ لوگ تھے جو جاہل مطلق تھے۔"

جاہل آدمی کی پریشانیاں، پڑھے لکھے لوگوں کی نسبت بہت کم ہوتی ہیں۔ تعلیم یافتہ حضرات صرف اپنی فکر ہی نہیں رکھتے بلکہ ملکی، معاشی، معاشرتی، مذہبی، ثقافتی اور سیاسی بلکہ بعض ایک قدم آگے بڑھ کر عالمی مسائل حل کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ جبکہ ناخواندہ شخص ان مسائل سے بے نیاز صرف اپنی روٹی تک محدود رہتا ہے اور یوں سکھ کی روٹی کھاتا ہے اور چین سے سوتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ پریشانیوں سے بچنا ایک عظیم نعمت ہے جو کہ صرف اور صرف جاہل کو حاصل ہے۔

جعلی پیروں اور تعویذ فروشوں کی چاندی بھی ناخواندہ اور نیم خواندہ قسم کے لوگوں کے دم قدم سے ہے ۔تاہم آج کل پڑھے لکھے بھی ان سے تعویذ لینے اور ڈنڈے کھانے میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جاہل دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جنہیں اپنے جاہل ہونے کا احساس ہوتا ہے دوسرے وہ جو جاہل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کسی علامہ سے کم نہیں سمجھتے، جہلاء کی یہ قسم زیادہ سخت جان ہے۔ ان کا "زمیں جنبد ، نہ جنبد گل محمد" والا معاملہ ہوتا ہے یہ دوسری قسم کے جاہل اگر غریب ہوں تو ان سے اتنا خطرہ نہیں ہوتا جتنا امیر جہلاء سے ہوتا ہے۔ یہ لوگ ہر معاملہ میں اپنی بات کو حرف آخر سمجھتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں جاہلوں سے اعراض کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جاہلوں کی مندرجہ ذیل نشانیاں غور و فکر سے معلوم ہوتی ہیں

۱۔ان کے خیال اور عمل میں بہت کم وقفہ ہوتا ہے

۲۔ جب ان کی کوئی دلیل، مقابل کے آگے نہیں چل سکتی تو جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔

۳۔ جاہل کسی کی بڑائی کا اندازہ علم و تقویٰ کی بجائے اسکی دولت و حشمت سے لگاتے ہیں اور دولت کو خون کے رشتوں پر مقدم سمجھتے ہیں۔

۴۔ سانپ کی بجائے سانپ کی لکیر کو پیٹتے ہیں

۵۔مونچھیں بہترین رکھتے ہیں وغیرہ
ہم ان نشانیوں کو کسی پر منطبق کرنے کی جسارت نہیں کر سکتے۔ ناظرین جس پر چاہیں منطبق کر دیں۔
جہالت کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ لاکھوں روپے کی بچت ہو جاتی ہے ۔ وردی، کتابیں، کاغذ قلم ، ایڈمیشن فیس، ٹیوشن فیس، فیس امتحانات وغیرہ پر اٹھنے والے لاکھوں روپے، تیتر، بٹیر، مور پالنے اور کتے رکھنے اور لڑانے کے کام آجاتے ہیں یا جائیداد خریدی جاسکتی ہے اور نہیں تو کم از کم کسی کی جائیداد پر شفعہ کیا جاسکتا ہے اور اپنے اوپر درج مقدمات کا با آسانی دفاع ہوسکتا ہے ظاہر ہے کہ یہ سب کام مذکورہ بچت سے ہی حاصل ہوسکتے ہیں ۔ بچت کے مزید طریقے معلوم کرنے کے لئے مراکز قومی بچت سے رابطہ کریں ،قومی بچت کے مراکز ہمارے تحریر کردہ طریقہ سے استفادہ کرنا چاہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔
فرقہ پرستوں کی دکانیں بھی جاہل خریداروں کی برکت سے آباد ہیں ورنہ سمجھ دار لوگ تو ادھر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ بعض مفکرین کا کہنا ہے کہ جو تعلیم یافتہ ،اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ بھی جاہل ہے۔ اس مقولہ کے مطابق تو ملک کی بیشتر آبادی جہلاء پر مشتمل ہے اور حکمران طبقہ جاہلوں کا سردار ہے جو کہ کروڑوں جہلاء پر حکومت کر رہا ہے۔ سچ ہے کہ جیسی روح ویسے فرشتے۔جہالت کا دولت کدہ بھی جہلاء کی وجہ سے آباد ہے یہ وڈیرے اور سیاستدان عوام سے لاکھ بے وفائی اور روگردانی کریں ۔ یہ حضرات ووٹ پھر بھی انہی سرداروں، چودھریوں، نوابزادوں اور خان زادوں کو دیتے ہیں اور الیکشن میں کامیابی کے بعد یہ حضرات اسکا صلہ عوام کو یوں دیتے ہیں کہ عوام کو جہالت پر ثابت قدم رکھنے کے لئے سر توڑ کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے حتی الامکان فروغ تعلیم پر فنڈز خرچ کرنے سے گریز کیا جاتا ہے ۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو والدین بڑی امیدوں کے ساتھ بچے کی پرورش کرتے ہیں ، اسے قرض لے کر بھی پڑھاتے ہیں۔ جب وہ بی اے /ایم اے کر لیتا ہے اور اسے نوکری نہیں ملتی تو والدین کے خواب چکنہ چور ہوجاتے ہیں اور دل کا دورہ پڑنے سے ہسپتال یا ملک عدم میں پہنچ جاتے ہیں۔ اگر بچہ جاہل رہ جاتا ہے اور محنت مزدوری کرتا تو والدین کو اس انجام سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔اور قارئین کرام !جہالت کا آخری اور سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ ہمارے وطن عزیز میں حکمرانی کے لئے جہالت شرط ہے۔ گزشتہ دنوں ایک وزیر باتدبیر نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں میٹرک میں فیل ہوگیا تھا، اس لئے افسر نہ بن سکا تاہم وزیر بن گیا،وزیر باتدبیر بیان کے بعد کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں رہتی اور بے اختیار ہمارے دل سے یہ آواز آتی ہے کہ کاش ہم بھی جاہل ہوتے۔ وزارت تو کجا رکن اسمبلی بننے کے لئے بھی انڈر میٹرک ہونا ضروری ہے۔ یوں بلدیات کی درخواست وزیر تعلیم کو اور محکمہ تعلیم کی درخواست وزیر بلدیات کو پیش کرنے کے لطیفے پیش آتے رہتے ہیں کسی نے سچ کہا ہے کہ

پڑھوگے لکھوگے ہوگے خراب
کھیلوگے کودوگے بنوگے نواب

حُسنِ انتقاد

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

تبصرہ نگار: سید کفیل بخاری

☼ مولانا مفتی محمود (حیات و خدمات) مؤلف: نعیم آسی

ضخامت: ۲۷۱ صفحات، قیمت =/۱۴۰ روپے سن اشاعت: نومبر ۱۹۹۶ء

ناشر: المحمود اکیڈمی، عزیز مارکیٹ، اردو بازار لاہور

قیام پاکستان کے بعد جمیعت علماء ہند کے فکر سے وابستہ علماء نے اپنے منتشر قافلہ کی شیرازہ بندی کی تو جمیعت علماء اسلام معرض وجود میں آئی۔ مجلس احرار اسلام کی طرح جمیعت علماء ہند بھی تقسیم برصغیر کے مسلم لیگی نعرہ کی مخالف تھی اور جمیعت ہی سے وابستہ علماء کا ایک طبقہ مسلم لیگ کے مؤقف کا حامی تھا جس کے سرخیل مولانا شبیر احمد عثمانی تھے۔ تحریک پاکستان سے ان کی مخلصانہ وابستگی کی ایک ہی دلیل سب دلیلوں پر بھاری ہے کہ انہوں نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی سے "قرار داد مقاصد" منظور کرائی اور پاکستان کی نظریاتی و فکری حیثیت دستوری طور پر متعین کرائی۔ مگر مسلم لیگ کی بے دین قیادت کو اس سے بڑی تکلیف پہنچی۔ انہوں نے علماء کو سیاسی منظر سے ہٹانے کی سازش کی۔ مولانا عثمانی اس سازش کو بھانپ گئے۔ انہوں نے جمیعت علماء اسلام کے احیاء کی کوشش کی مگر "مدنی، تھانوی" چپقلش آڑے آئی اور انہیں ناکامی ہوئی۔ پھر دسمبر ۱۹۵۲ء میں ملتان میں علماء کے ایک اجلاس میں جمیعت کا احیاء ہوا مولانا احمد علی لاہوری صدر اور مولانا احتشام الحق تھانوی جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ تب مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب صدر تھے۔ ۵۲ء میں مجلس احرار اسلام نے تحریک تحفظ ختم نبوت برپا کر دی اور تقریباً تین سال تک علماء اسی تحریک کے زیر اثر رہے۔ تحریک کے بادل چھٹے تو مولانا احتشام الحق تھانوی جمیعت سے الگ ہوگئے۔ آخر ۱۹۵۶ء میں دوبارہ ملتان میں علماء کے ایک کنونشن میں جمیعت کا احیاء ہوا۔ مولانا احمد علی لاہوری صدر اور مولانا غلام غوث ہزاروی ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں مولانا احمد علی رحلت فرما گئے اور جمیعت کی قیادت کلی طور پر مولانا غلام غوث ہزاروی کے ہاتھ آ گئی۔ مولانا مفتی محمود اور مولانا غلام غوث رحمہم اللہ نے مل کر جمیعت کو پاکستانی سیاست میں فعال کیا۔ مولانا ہزاروی عقیدہ کی بنیاد پر بانی جماعت اسلامی سید مودودی کے افکار و خیالات کے زبردست مخالف تھے اور مفتی صاحب سیاست میں توسع کے قائل تھے۔ مولانا ہزاروی سے مفتی صاحب کی نبھ نہ سکی اور یوں ۱۷ سالہ سیاسی رفاقت سید مودودی اور ان کی جماعت پر مولانا ہزاروی کی تنقید کی بھینٹ چڑھ گئی۔ مفتی محمود مرحوم

کے حامیوں نے مولانا ہزاروی کو دفتر جمیعت رنگ محل لاہور کی سیڑھیوں سے اٹھا کر نیچے پھینک دیا اور پھر جمیعت دو واضح گروپوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی اور آج تک تقسیم کے عمل سے دو چار ہے۔ یقیناً یہ مولانا ہزاروی جیسے مردِ حق پرست اور درویش سے بد تمیزی کی سزا ہے۔ مولانا ہزاروی اور مفتی محمود ۱۹۷۰ء کی قومی اسمبلی میں اکٹھے پہنچے مگر ۱۹۷۳ء میں دونوں اپنے اپنے گروپوں کی نمائندگی کر رہے تھے۔ لیکن مفتی صاحب مولانا ہزاروی کو سیاسی میدان میں شکست دینے میں کامیاب ہو کر آگے نکل گئے۔

مفتی محمود مرحوم نے سیاست میں بڑا نام کمایا۔ وہ ۱۹۷۷ء میں قائد حزب اختلاف تھے اور قومی اتحاد کے صدر بھی۔ انہی کی قیادت میں "نام نہاد تحریک نظام مصطفیٰ" بھی چلی۔ مفتی محمود مرحوم نے پاکستان میں مذہبی جماعتوں کی سیاست کے حوالے سے جو کردار ادا کیا وہ یقیناً نیک نیتی پر مبنی تھا مگر بے دین جماعتوں سے سیاسی اتحادوں نے جمیعت علماء اسلام اور دیگر مذہبی جماعتوں کو زبردست نقصان پہنچایا۔ وہ جس جمہوری نظام کو سیاسی مجبوری سمجھ کر، اسی نظام میں نقب لگا کر اور اسی نظام کے تحت قائم اسمبلیوں کے ذریعے نفاذ اسلام کی کوششوں میں مصروف رہے اسی اسمبلی سے سیکولر اور بے دین سیاسی جماعت نے انہیں اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ آج ان اسمبلیوں میں بے دین طاقت ور ہیں اور اسلام کے علمبردار "بیگانی شادی کے دولہا"، بے دین سیاست دانوں کے ڈھنڈورچی، دست نگر اور محتاج محض ہیں۔ اگر مفتی صاحب کے سیاسی تجربوں کو ہی سامنے رکھ کر علماء سیاسیین مستقبل کے لئے کوئی لائحہ عمل متعین کرتے تو آج یقیناً صورت حال مختلف ہوتی۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمیعت علماء اسلام نے مرکز اور صوبہ سرحد و بلوچستان میں جو کامیابی حاصل کی تھی آج اتنی ہی زیادہ ناکامیوں سے دوچار ہے۔ اس ۲۶ سالہ سیاسی سفر میں اکابر جمیعت نے کتنی کامیابیاں حاصل کیں اور کتنی ناکامیوں کا منہ دیکھا اور اب کہاں کھڑے ہیں؟ یہ "اہل حق" کے نمائندوں کے لئے ایک اہم سوال ہے اور اس کا جواب بھی ان کے ذمہ ہے۔ فی الجملہ جمیعت علماء اسلام پاکستانی سیاست میں مسلک دیوبند کی تباہی اور انتشار و افتراق کا سبب بنی۔

کتاب ۲۰ ابواب پر مشتمل ہے۔ اور یہ واحد کتاب ہے جو مفتی محمود مرحوم کی زندگی پر بھرپور معلومات فراہم کرتی ہے۔ المحمود اکیڈمی نے باتصویر ٹائٹل اور معیاری طباعت کے ساتھ اسے شائع کیا ہے۔ مواد کے اعتبار سے بھرپور کتاب ہے اور لائقِ مطالعہ ہے

❋ خطبات و مقالات مولانا عبید اللہ سندھی، مرتبہ: پروفیسر محمد سرور

ضخامت: ۲۸۷ صفحات، قیمت: ۹۰ روپے

ناشر: سندھ ساگر اکادمی، ۲۱ عزیز مارکیٹ دوسری منزل اردو بازار لاہور۔

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کا وجود اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا۔ وہ سکھ مذہب ترک کر کے اسلام کے دامن رحمت میں آئے تھے اور انہوں نے شعوری طور پر اسلام قبول کیا تھا۔ یہی

وجہ ہے کہ اسلام کے لئے جو درد ان کے دل میں تھا اس میں وہ اپنے ہم عصروں میں منفرد و ممتاز تھے۔ وہ شاہ ولی اللہ دھلوی رحمہ اللہ کے فکر کے حوالے سے قرآن کے فلسفۂ انقلاب کے زبردست داعی تھے اور اپنے استاذ شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کے جانشین تھے۔ وہ تمام عمر غافل مسلمانوں کو قرآن کی دعوت دیتے رہے اور قرآنی اصولوں کے مطابق اسلامی انقلاب برپا کرنے کی راہ ہموار کرتے رہے۔ ان کی سوچ اور فکر میں وسعت تھی۔ مولانا سندھی، دنیا میں رونما ہونے والے انقلابات اور تجربات سے استفادہ کرنے کے قائل تھے اور دنیا کی تمام انقلابی تحریکوں پر انکی گہری نظر تھی۔ ۱۹۱۷ء میں روس کے سوشلسٹ انقلاب سے ایک زمانہ متاثر ہوا، مولانا بھی متاثر ہوئے۔ لیکن انقلابی جدوجہد سے فرار حاصل کرنے والے نادان مسلمانوں نے مولانا کو سوشلسٹ اور دہریہ قرار دے دیا (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔ حالانکہ اگر مولانا سوشلسٹ ہوتے تو "الاشتراکیتہ فی الاسلام" رسالہ تحریر نہ کرتے۔ اور مسلمانوں کو قرآن کی دعوت نہ دیتے۔ قرآن کا انقلابی پیغام مولانا کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ انہوں نے "الہام الرحمٰن" کے عنوان سے انقلابی تفسیر بھی لکھی۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ "سید" کے بیٹے نے "ہیر" لکھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار یوں فرمایا کہ "سکھ" کے بیٹے عبیداللہ کو "قرآن کی تفسیر" لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

زیر نظر کتاب میں مولانا کے تحریر کردہ پانچ خطبات اور آٹھ مقالات ہیں اور خود نوشت سوانح پر مشتمل ایک باب ہے۔ مولانا کی فکر سے آپ اختلاف کرسکتے ہیں لیکن انہیں سوشلسٹ قرار دینا یقیناً اپنے لئے جہنم کا گڑھا کھودنے کے مترادف ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی کے خطبات و مقالات یقیناً ان کی فکر کو سمجھنے میں معاون ہیں اگرچہ اس کتاب کے مرتب پروفیسر محمد سرور مرحوم کے اپنے خیالات بھی مولانا سندھی کے افکار میں گڈمڈ ہوگئے ہیں مگر مولانا سندھی کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے والے ان کے نظریات سے بخوبی واقف ہیں ۔ کتاب کا مطالعہ یقیناً نفع بخش ہے۔

❋ اطبا کے حیرت انگیز کارنامے

مرتبہ: حکیم عبدالناصر فاروقی (لیکچرار جامعہ طبیہ دیوبند)

حکیم عبدالناصر فاروقی ہندوستان کے ایک بہت بڑے علمی گھرانے کے فردِ فرید ہیں۔ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ کے پڑپوتے ہیں۔ مولانا عبدالشکور فاروقی ایک متبحر عالم دین، بے باک صحافی اور طبیب تھے۔ علم و تحقیق اور لکھنا پڑھنا اس خاندان کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور اب تک ہے۔ حکیم عبدالناصر فاروقی نوجوان ہیں اور علم طب انہیں وراثت میں ملا ہے۔ ان کے والد عبدالحی فاروقی بھی جامعہ ہمدرد دہلی کے شعبہ طب سے وابستہ تھے۔ زیر نظر کتاب میں خود مرتب کے بقول:

"میں نے کچھ ایسے واقعات جمع کرنے کی کوشش کی ہے جس سے اکابر کی فنی مہارت، حذاقت، ذہانت اور نباضی کے کمالات کا اندازہ ہوتا ہے ...... ان واقعات کے مطالعہ سے ہم جیسے طالب علموں کو ایک حوصلہ، امنگ اور فنی خود اعتمادی حاصل ہوتی ہے۔ اس کتاب میں ہر واقعہ کا عنوان اور اس میں مذکور شخصیات کے

مختصر حالات پر مبنی حواشی خود میرے مرتب کردہ ہیں۔ یہ کتاب میری پہلی علمی کاوش ہے۔"
۲۳۰ صفحات پر مشتمل یہ دلچسپ کتاب علم وتاریخِ طبّ سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے علمی ذوق کی تسکین کرتی ہے قیمت درج نہیں۔ طیب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان سے مل سکتی ہے۔

※ جماعت المسلمین (مسعود احمد کے پیروکار) اپنے افکار و نظریات کے آئینہ میں:

مؤلفہ: مولانا محمد قاسم سومرو، ضخامت: ۱۱۰ صفحات

ناشر: مکتبہ جامعہ بنوریہ، متصل سائٹ پولیس اسٹیشن کراچی ۱۶

اسلام کے خلاف ہر دور میں نئے نئے فتنے ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً، پرویزی، چکڑالوی، قادیانی وغیرہ..... انہی فتنوں میں عصر حاضر کا ایک فتنہ "جماعت المسلمین" کے نام سے سرگرم عمل ہے۔ اس کا بانی کراچی کا ایک شخص ڈاکٹر مسعود احمد (بی ایس سی) ہے۔ اس فتنہ کا فکری و نظریاتی شجرۂ نسب بھی مذکورہ بالا فتنوں سے ہی ملتا ہے۔ اس کا اوّل و آخر مقصد امت مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا کرنا اور سادہ لوح بے علم مسلمانوں کو مختلف سوالات میں الجھا کر گمراہ کرنا اور دینِ اسلام سے برگشتہ کرنا ہے۔

"جماعت المسلمین" نے "عدم تقلید" کے دعویٰ کے باوصف اپنے پیشرو گمراہوں کی "تقلید" میں اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و اعمال حجت نہیں۔ تابعین، تبع تابعین اور اکابر امت سب کے سب مشرک تھے اور صرف یہ جماعت اور اس کے ارکان سچے مسلمان اور پکے موحد ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ایک طرف تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و اعمال حجت نہیں مگر دوسری طرف ڈاکٹر مسعود احمد کی تمام باتیں حجت اور عین اسلام ہیں

ع...... عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی

زیر نظر کتاب میں فاضل مؤلف مولانا محمد قاسم سومرو نے نہایت محنت اور تحقیق سے ڈاکٹر مسعود کے نظریات کو باحوالہ پیش کر کے ان کا علمی و تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اور علم و تحقیق کی بنیاد پر ان کے افکار و نظریات کارد کیا ہے۔ تحریر کا اسلوب متین اور علمی ہے جو قاری کو متاثر کرتا ہے۔

※ عقیدہ ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت (سوالاً جواباً) مرتب: صادق علی زاہد

ضخامت: ۱۷۲ صفحات قیمت: ۶۰ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ سید احمد شہید الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

فتنۂ قادیانیت، اسلام کے خلاف انگریزی استعمار کی سب سے بڑی سازش ہے اور خود بانی فتنۂ مرزا غلام قادیانی لعنۃ اللہ علیہ کے بقول " انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے" اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے علماء حق نے مختلف محاذوں پر جدوجہد کی، تحاریک ختم نبوت برپا کیں۔ خصوصاً محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ، کے حکم و سرپرستی اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی

قیادت میں مجلس احرار اسلام نے برصغیر میں لازوال کردار ادا کیا۔احرار نے قادیانیت کا عوامی محاسبہ کر کے مرزائیت کو مسلمانوں میں گالی بنادیا۔اور یہ احرار کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

زیر نظر کتاب بھی اس گروہ ضالہ کے خلاف جہاد کا ایک منفرد نمونہ ہے۔ جناب صادق علی زاہد عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ایک عرصہ سے جناب محمد متین خالد ہر سال ننکانہ میں قادیانیت کے حوالہ سے سوال و جواب پر مبنی نیلام گھر منعقد کرتے ہیں۔ یہ پروگرام نژادِ نو میں فتنہ مرزائیت کے خلاف نفرت ابھارنے میں اپنی مثال آپ ہے۔

جناب صادق علی زاہد نے انہی پروگراموں سے ۸۰۰ سوالات اور جوابات کا یہ مجموعہ تیار کر کے مرزائیت کے محاذ پر سرگرم مسلمانوں کو ایک انسائیکلوپیڈیا فراہم کیا ہے۔ کتاب نہایت دلچسپ معلومات افزاء اور لائق مطالعہ ہے۔

※ مرگِ مرزائیت مصنف: محمد طاہر رزاق

قیمت: ۶۵ روپے ضخامت: ۲۰۸ صفحات

ملنے کا پتہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ، ضلع شیخوپورہ

محمد طاہر رزاق، ایک باصلاحیت نوجوان ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں لکھنے کی نعمت سے سرفراز فرمایا تو انہوں نے اپنی تحریری صلاحیتوں کو عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور استیصالِ مرزائیت کے لئے وقف کردیا۔

زیر تبصرہ کتاب میں ان کے بارہ مضامین شامل ہیں جو مختلف موضوعات پر چھوٹے چھوٹے پمفلٹوں کی صورت میں شائع ہوتے رہے ہیں اور اب کتابی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔عنوانات ملاحظہ فرمائیں تو کتاب اپنا مقصد خود بخود واضح کرتی ہے۔

* قادیانی مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ * پاکستان، امریکی اور قادیانی سازشوں کے نرغہ میں۔ * تھوڑی دیر مرزا قادیانی کی قبر پر *قادیانیوں کے عبرتناک انجام *قومی شناختی کارڈ اور مذہب کا خانہ *شمع ختم نبوت کے پرانوں کی باتیں *مرزا قادیانی کا لباس *ہم قادیانیوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ *تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء * دوزخ سے مرزا قادیانی کا خط مرزا طاہر کے نام *قول حق *سپریم کورٹ کو ملت اسلامیہ کا خراج عقیدت

ابتداء میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ، راجہ ظفر الحق، ارشاد احمد عارف اور پروفیسر ڈاکٹر مغیث الدین شیخ کے تاثرات شامل ہیں۔

محاسبہ مرزائیت کے محاذ پر سرگرم کارکنوں کے لئے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔دیدہ زیب چار رنگا ٹائٹل اور کتابت طباعت معیاری ہے۔

مسافرانِ عدم

انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا ضیاءالرحمن فاروقی شہید:

۱۸ جنوری ۱۹۹۷ء کو لاہور میں سپاہ صحابہ پاکستان کے سرپرست مولانا ضیاءالرحمن فاروقی اور دیگر کئی بے گناہ مسلمانوں کو سیشن کورٹ میں پیشی کے موقع پر بم دھماکہ سے شہید کردیا گیا۔

والدہ ماجدہ مولانا محمد اعظم طارق کی رحلت:

سپاہ صحابہ کے رہنما مولانا محمد اعظم طارق کی والدہ ماجدہ لاہور کے بم دھماکہ میں مسلمانوں کی شہادت اور اپنے بیٹے کے زخمی ہونے کے صدمہ سے انتقال فرما گئیں۔

والدہ عبدالغفور بھٹی کی رحلت:

مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن محترم عبدالغفور بھٹی کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ رحلت فرما گئیں۔

جناب احمد خان مرحوم:

ملتان سے ہمارے نہایت مہربان رفیق محترم محمد خان ... ۷ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ ۱۷ جنوری ۱۹۹۷ء بروز جمعۃ المبارک انتقال کرگئے۔

وہ حضرت حکیم محمد حنیف اللہ صاحب مدظلہ کے خاص حلقۂ احباب میں سے تھے۔ نہایت زندہ دل انسان اور صالح مسلمان تھے۔

محترم جاوید اختر بھٹی کی ہمشیرہ کا انتقال:

ماہنامہ انشعاب ملتان کے مدیر، معروف افسانہ نگار اور ہمارے کرم فرما محترم جاوید اختر بھٹی صاحب کی ہمشیرہ ۱۷ جنوری کو انتقال کرگئیں۔

مولانا عبدالمنان کا انتقال:

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ، کے خادم خاص مولانا عبدالمنان ۳۰ دسمبر ۱۹۹۶ء کو گوجرانوالہ کے نواحی گاؤں "بدو۔کے" میں انتقال کرگئے۔ ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔

اراکین ادارہ جملہ مرحومین کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور ان کے پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ قارئین سے التماس ہے کہ تمام مرحومین کے لئے دعاء مغفرت کا اہتمام کریں

حمد باری تعالیٰ جل شانہ

"ہے تجلی تری سامانِ وجود" اسم کا تیرے اثر لا محدود
میرا ہر حال ترا حسنِ کرم یقظہ و صحو ہو یا سکر و ہجود
ہیں موالید عبادت کے نشاں شجر و سنگ قیام اور قعود
ذکر تیرا ہیں نواسنج طیور زاحف و دابہّ رکوع اور سجود
عرش و کرسی ہے تری شانِ جلال اور نبی رحمتِ عالم کا وُرود
جبر کیا ہے، تری عظمت کا خراج قدر کیا ہے تری قدرت کی نمود

فوز و خُسران ترا لطف و غضب
کفر و ایمان ترا غیب و شہود

اسم: صوفیاء کے نزدیک "صفت" "معنی غیر مستقل کو کہتے ہیں۔ صفت کا مرجع "ذات" ہے۔ ذات اور صفت کے مجموعے کو "اسم" کہتے ہیں۔ ساری کائنات، اسماء کی تجلیات سے وجود میں آئی۔

یقظہ: بیداری کو کہتے ہیں۔

صحو: ہوش و حواس میں ہونا، جس سے آدمی احکام شرعیہ کی بجا آوری کا مکلف ہوتا ہے۔

سکر: ہوش میں نہ ہونا۔ حالت سکر میں اعمالِ باطنی (ایمان، یقین، خوف، رجاء وغیرہ) میں انہماک کے سبب بعض اوقات سالک کو اعمالِ ظاہری سے ذہول ہو جاتا ہے۔ اس لئے مجازاً اس حالت کو ہوش میں نہ ہونے سے تعبیر کرتے ہیں، ورنہ اعمالِ ظاہری کی پابندی کسی حالت میں بھی ساقط نہیں ہوتی۔

ہجود: جاگنا اور سونا، دونوں معنوں میں آتا ہے۔ ایسی نیند جس کے دونوں طرف جاگنا ہو۔ تہجد!

موالید: ج ن، نباتات، حیوانات کو موالید ثلاثہ کہتے ہیں۔

زاحف: ر۔ .والے جانور، جو سرزمین پر گھسٹ کر چلتے ہیں۔ دابہّ: چوپائے۔

(تمام مخلوقات خدا کی عبادت کرتی ہیں۔ درخت حالت قیام میں ہیں۔ پہاڑ حالت قعود میں ہیں۔ چوپائے حالت رکوع میں ہیں اور رینگنے والے جانور سجدے کی حالت میں ہیں۔ عبادت کی یہ سب شکلیں انسان کو اس کی جامعیت کے سبب نماز کی صورت میں عطا ہوئی ہیں)

جبر: فلسفیوں کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ انسان مجبور محض ہے۔ قدر: بااختیار ہونا۔

فوز: کامیابی (آخرت کی کامیابی کے لئے استعمال ہوتا ہے)

خسران: ناکامی، نقصان میں ہونا (خسارہ...... دنیا کے نقصان کے لئے اور خسران .... آخرت کی ناکامی کے لئے استعمال ہوتا ہے)

غیب: اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا، مراد ہے۔

شہود: ایمان....... شہادتیں کا نام ہے۔ یہاں مراد توحید شہودی ہے۔

پروفیسر جواد کریم

"وعدہ"

ہم دیکھیں گے، سب دیکھیں گے
اور اپنے گھروں کی دیواروں کی اوٹ میں رہ کر دیکھیں گے
وہ ایک سنہری خطرہ ہے
سب دیکھیں گے اس محبوبہ کی وحشتناک اداؤں کو
اس غارت گر کے چنگیزی رخساروں کو
وہ تھر کی گوری برق ہے جو
ہر شخص کی دید اچک لے گی
وہ رعد ہے جو پتھرا دے گی
پل بھر میں سماعت لوگوں کی
جمہور کی خوشیوں کی بیرن
وہ خوش حالی کی دشمن جاں
شہروں کو آگ لگائے گی
اور روما کے نیرو کی طرح شہنائی پر
سکھ چین کے نغمے گائے گی، لہرائے گی
وہ کرشن کنہیا کی گوپی
بھارت کی راہ سے آئے گی
وہ دیوی ہے، وہ بربادی کی دیوی ہے
ہر گھر کا اثاثہ پھونکے گی
رہزن ہے لوٹ مچائے گی
ضدی ہے اٹل ہے آئے گی
وہ سب کی اجل ہے آئے گی
وہ آئے گی پھر آئے گی
وہ سندھ کے زار کی بیٹی ہے

وہ اس آمر کی بیٹی ہے
جو عصر رواں کے فرعونوں کے ایوانوں میں زندہ ہے
جو آج کی عریاں رقص گھروں میں میخانوں میں زندہ ہے
جو بے دردوں، دہشت گردوں کے ایمانوں میں زندہ ہے
امید ہے وہ ان لوگوں کی
آئے گی، پھر بھی آئے گی
وہ کذب وریا کا طوفاں ہے
طوفان کو تم کیا روکو گے؟
وہ وحشت بلا کی آندھی ہے
آندھی کو قید کرو گے کیا
وہ آئے گی، وہ اپنی دھن کی پکی ہے
وہ پتی سے مل کر بچا کچھا یہ ملک نہ توڑے تو کہنا
مسجد کا ربط و ضبطِ وفا مندر سے نہ جوڑے تو کہنا
وہ سنت حق کا کوئی نشاں بھولے سے بھی چھوڑے تو کہنا
دیکھیں گے، ہم سب دیکھیں گے
اور اپنے گھروں کی دیواروں کی اوٹ میں رہ کر دیکھیں گے
وہ ایک سنہری خطرہ ہے
وہ بربادی کی دیوی ہے
ہر آنگن کا سکھ چھینے گی
رہزن ہے لوٹ مچائے گی
وہ راج پاٹ کی بھوکی ہے
ضدی ہے اٹل ہے آئے گی
وہ سب کی اجل ہے آئے گی،

مولانا ابوالاسرار رمزی

میٹھے انگارے

صحنِ مسجد میں بپا تھا روزہ داروں کا ہجوم
سب کو حصے بٹ رہے تھے بالخصوص و بالعموم
اتنے میں آیا کہیں سے مال سے لبریز تھال
جس میں تھے آراستہ خرمے، امرتی، شیر مال
لالچی دوڑے جھپٹ کر گرد اس کے آگئے
تازہ تازہ گرم نعمت بے تحاشا کھا گئے
پوچھ لیتے کس نے بھیجا ہے؟ کہاں یہ ہوش تھا
مفت خوروں کو فقط اک فکرِ خور و نوش تھا
بعد کھانے کے کھلا ان پر یہ کھانا تھا حرام
اک طوائف نے اسے بھیجا تھا با صد اہتمام
آہ بھر کر بعض غیرت مند پچھتانے لگے
بعض ملا پر خفا ہو کر یہ فرمانے لگے
تم نے تاریکی میں رکھا کچھ بتایا بھی نہیں
ہنس کے بولا تھال یہ مجھ تک تو آیا بھی نہیں
مشتبہ لقموں سے دل کی روشنی ضائع نہ کر
بطن پاکیزہ میں اپنے میٹھے انگارے نہ بھر

بلا عنوان

کسی سے روٹھ جانا بے سبب اچھا نہیں لگتا
بڑھاپے میں جوانی کا یہ ڈھب اچھا نہیں لگتا

اگر حضرت غلط ہیں تو غلط کہنے میں ڈر کیا ہے
پرستش کے گماں والا ادب اچھا نہیں لگتا

رویہ مشفقانہ ہو تو جان و دِل تمہارے ہیں
ہمیں بچوں سے انداز غضب اچھا نہیں لگتا

خدا کی ذات کو زیبا تکبر ہے یہ اب سمجھے
ہمیں بھی پہلے لگتا تھا پر اب اچھا نہیں لگتا

خدا سے پیار ہے جن کو انہیں بندے بھی پیارے ہیں
اگر بندوں سے نفرت ہے تو اب اچھا نہیں لگتا

محبت خود بخود ہو تو محبت اچھی لگتی ہے
ہمیں تو عشق بھی عندالطلب اچھا نہیں لگتا

خدا جانے ہو اس کا مرتبہ کیا اہل تقویٰ میں
تمہیں جس شخص کا نام و نسب اچھا نہیں لگتا

مجھے مکر و ریا والوں سے کاشف سخت نفرت ہے
خدا جانے مجھے کیوں کر یہ سب اچھا نہیں لگتا

سید کاشف گیلانی

(پروفیسر تاثیر وجدان)

وارثِ شرعِ پیمبر......؟

اخبار کی تصویر میں ایک عالمِ دین کو بے پردہ خاتون کے پہلو میں دیکھ کر

وارثِ شرعِ پیمبر ہے مریضِ رنگ و بو
جو مسیحِ دہر تھا خود آج بیماروں میں ہے
صفحۂ اخبار پر ہم پہلوئے "عصمہ زبیر"؟
"خیر والے"! تو بھی کیا شر کے پرستاروں میں ہے؟

سید کاشف گیلانی

پجیرو

ہم نےایک دیکھا ہے مولوی پجیرو میں
راز اس پہ کھلتے ہیں مذہبی پجیرو میں

مولوی کا بیٹا بھی مولوی ہو .کیوں آخر
کر رہے ہیں حضرت جی مخبری پجیرو میں

جب صلہ سیاست کا آہنی تھیں زنجیریں
اب صلہ سیاست کا آہنی پجیرو میں

موت جب انہیں آئے ہوں جہاز میں بیٹھے
کاش انکی کٹ جائے زندگی پجیرو میں

اب ہے ٹھان لی اس نے دیکھ لیں گے جو ہوگا
دوستی پجیرو میں دشمنی پجیرو میں

تم بھی بھول جاؤ گے ملک و قوم کی باتیں
بیٹھ کرذرا دیکھو تم کبھی پجیرو میں

میرے گھر میں کیوں آخر اب وہ آ نہیں سکتے
مل کے اُن سے دیکھیں گے سرسری پجیرو میں

ہم نے غور سے دیکھا باقی سب لٹیرے ہیں
ایک آدھ ملا ہے اس بھری پجیرو میں

کس مقام پرہم کو کیا خیال آتےہیں
کرکے ہم بھی دیکھیں گے شاعری پجیرو میں

اب تو یہ کسوٹی ہے کون کیسا عالم ہے
کمتری ہےتانگے میں برتری ہے پجیرو میں

اور بھی تو ٹھیکے ہیں دین کے علاوہ بھی
کتنی گرہیں کھلتی ہیں عقل کی پجیرو میں

فرض ان کے ابّانے پورے کردیئے سارے
کررہے ہیں سنّت کی پیروی پجیرو میں

شیخ کتنے سادہ ہیں ان کی تو یہ فطرت ہے
کتنی سادہ لگتی ہے سادگی پجیرو میں

جانے جان کو خطرہ کیوں ہے میرے حضرت کی
انگلیوں کے نیچے ہے لبلبی پجیرو میں

وقت میرے حضرت کا ختم ہو گیا کاشف
دیں گے قوم کو بھاشن آخری پجیرو میں

*

ایہہ کیہو جہئی جمہوریت اے

ایہ کیہو جئی جمہوریت اے جہڑی ہردم رہے ادہوری اے
ایتھے کئی اسمبلیاں بنیاں سنے، ہوئی اک نئیں ایتھے پوری اے
کے ویہہ مہینے، کے تیہہ مہینےکے چھتی مہینے کڈھے تے
ہنج سال وی ہندے پورے نئیں، وچکاروں سپے جاندے پھڈے نے
ایتھے جہڑی حکومت بن دی اے ،اوہ دیندی پا خرابی اے
چنگے تے ایہہ لیڈر ساڈے، کوئی جوئے باز تےکوئی شرابی اے
ایہہ ذھن اپنے دے پکے نہیں امریکہ دی سب لابی اے
ایتھے گڑ بڑ اُوندی ہندی اے جدوں مروڑ دیندا اوہ چابی اے
ایہہ ملک میرے نوں لئی جاندے، بن گئے سب لٹیرے نے
بے غیرت سارے ہوگئے سنے، ایہہ جنےلوگ وڈیرے نے
ہن نال ہوش دے رہنا جے، ووٹاں دے پھیر بیوپاری آگئے نے
ایتھے خوب تماشے لگن گے، اوہو پھیر مداری آگئے نے
اج میں ساری قوم نوں کہنا واں، تساں اپنا آپ بچاناں ایں
جہڑا ووٹ منگن نوں آجاوے، اوہنوں دھکے مار بھجاناں ایں
ووٹ ایہناں نوں دینا نہیں، ایہہ ریڑ کا اساں مکاناں ایں
اسیں ایس نظام دے باغی آں، ایتھے حکم قرآن چلاناں ایں

حکیم محمد اسمٰعیل عاجز (قصور)

ہدایتہ الحیران فی جواھر القرآن

از حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی دامت برکاتہم

مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کی تفسیر "جواہر القرآن" کا ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ اور علمی محاسبہ، مزید برآں شروع میں اقامتہ البرھان پر ایک تبصرہ ایک مقدمہ کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں مسئلہ حیات النبیؐ کی تحقیق بیان کی گئی ہے۔

قیمت: =/180

غیر مقلد بنام غیر مقلد

یعنی غیر مقلدین اپنے ہی آئینہ میں

★ ترتیب: مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ

★ تقریظ: مولانا محمد امین اکاڑوی مدظلہ

★ مقدمہ: صوفی کامل مفتی بشیر احمد صاحب

جس میں غیر مقلدین کی کتاب صلوٰۃ الرسول (از حکیم محمد صادق سیالکوٹی) کا علمی محاسبہ نہایت عرق ریزی اور مدلل انداز میں کیا گیا ہے۔ قیمت: =/60

افسر شاہی

منشی عبدالرحمن کے قلم سے

حکمرانی، رشوت ستانی، من مانی، خود غرضی، بد عنوانی اندھیر نگری، نوکر شاہی، ظالم حکمرانی، اصول حکمرانی، رشوت کا خمیازہ ستم رانی، جیلوں کی دنیا، اور اس طرح کے عنوانات پر سیر حاصل بحث تاریخ اور حقائق کی روشنی میں۔

قیمت: اعلیٰ مجلد =/180

ہدیتہ الشیعتہ

از حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

اس کتاب میں حضرت نے اہلِ تشیع کے جملہ عقائد بد کو نہایت دلسوزی کے ساتھ نقل کر کے ان کا مفصل و مدلل جواب دیا ہے۔ اپنے موضوع پر حضرت کی یہ تصنیف ایک نادر روزگار ہے اور اہلِ تشیع کے لئے فی الحقیقت ہدایت کا سامان ہے۔

قیمت مجلد اعلیٰ: =/180

اطباء کے حیرت انگیز کارنامے

از حکیم عبدالناصر فاروقی صاحب

اپنے موضوع پر منفرد و دلچسپ کتاب عجیب و غریب نسخہ جات و مرکبات حیرت انگیز تشخیص کے واقعات، ہر طبیب کا مختصر تعارف و حالات، یونانی دواؤں کا اعجاز، نہایت دلچسپ اور قابلِ مطالعہ کتاب

قیمت مجلد اعلیٰ: =/81

بہارِ رفتہ

از منشی عبدالرحمن خان

آئینہ ملتان کا دوسرا رخ، مرقع تقریبات ملتان، یادگار ملی، ادبی، ثقافتی، سماجی، رفاہی، اور صنعتی تقریبات کی کہانی تصاویر کی زبانی

قیمت مجلد: =/300

منشی عبدالرحمن خان کی تمام تصانیف دستیاب ہیں۔ جملہ کتب کی خریداری پر خصوصی رعایت دی جائے گی۔

ہر قسم کی اسلامی کتب کے لئے **طیب اکیڈمی** بیرون بوہڑ گیٹ ملتان فون: 40501

ہمدرد کی جوشینا

تیار جوشاندہ

نئے میٹلائزڈ ساشے میں نباتاتی اجزاء اور روغنیات کے شفابخش قدرتی خواص مکمل طور پر محفوظ

زیادہ پُرتاثیر، زیادہ پُرافادیت

نزلہ، زکام، کھانسی اور گلے کی خراش کے علاج کے لیے قدرت کے شفاخانے میں جوشاندے کے نباتاتی اجزاء کی افادیت صدیوں سے مسلّمہ ہے۔ تحقیق و تجربات کی روشنی میں جدید طریقے سے حاصل کردہ جوشاندے کا خلاصہ "جوشینا" نہ صرف نزلہ، زکام، کھانسی، گلے کی خراش اور ان کے باعث ہونے والے بخار کا تدارک کرتی ہے بلکہ ان تکالیف کے خلاف قوتِ مدافعت میں بھی اضافہ کرتی ہے۔

گھر ہو یا دفتر نزلہ، زکام، کھانسی اور گلے کی خراش سے نجات کے لیے ہمدرد کی جوشینا کا ایک ساشے گرم پانی کے ایک کپ میں حل کیجیے: جوشاندے کی ایک مؤثر خوراک تیار ہے۔ نہ جوشاندہ اُبالنے کی زحمت، نہ چھاننے کا تردّد۔

نزلہ زکام — جوشینا سے آرام

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ

Adarts-HMD/J-1/95

وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم دینی ادارے

مجلس احرار اسلام، دینی انقلاب کی داعی جماعت ہے۔ یہ انقلاب دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کئے بغیر ممکن نہیں۔ موجودہ کافرانہ نظام ریاست جمہوریت اور کافرانہ تہذیب و ثقافت کے خلاف نئی نسل کی ذہن سازی اور تربیت کے لئے مدارس میں ایسا ماحول پیدا کیا جانا از حد ضروری ہے جو دینی انقلاب کی منزل قریب تر کر دے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ کے زیر اہتمام وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت درج ذیل مدارس تعلیم و تدریس میں مصروف ہیں۔

۱	مدرسہ ختم نبوت	مسجد احرار	ربوہ ضلع جھنگ فون: 211523 "(04524)
۲	بخاری پبلک سکول	" "	ربوہ ضلع جھنگ فون: " " "
۳	مدرسہ معمورہ	جامع مسجد ختم نبوت	دار بنی ہاشم، ملتان فون: 511961 (061)
۴	مدرسہ معمورہ	مسجد نور	تغلق روڈ، ملتان
۵	مدرسہ معمورہ	مسجد اسامہ	فاروق پورہ، پرانا شجاع آباد روڈ ملتان
۶	مدرسہ محمودیہ	مسجد المعمور	ناگڑیاں، ضلع گجرات
۷	دار العلوم ختم نبوت	جامع مسجد چیچہ وطنی	فون: 611657 (0445)
۸	احرار ختم نبوت مرکز	مسجد عثمانیہ	ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی فون: 610955 (0445)
۹	مدرسہ ختم نبوت	مسجد ختم نبوت	شہزاد کالونی صادق آباد
۱۰	مدرسہ ختم نبوت	مسجد ختم نبوت	نواں چوک، گڑھا موڑ ضلع وہاڑی
۱۱	مدرسۃ العلوم الاسلامیہ	جامع مسجد	گڑھا موڑ (وہاڑی) فون: 690013 (0693)
۱۲	مدرسہ ابوبکر صدیق	جامع مسجد ابوبکر صدیق	تلہ گنگ (چکوال)
۱۳	بستان عائشہ (برائے طالبات۔)		دار بنی ہاشم، ملتان فون: 511356 (061)
۱۴	مدرسۃ البنات (برائے طالبات)		گڑھا موڑ فون: " " "
۱۵	سادات اکیڈمی (برائے طلباء)		دار بنی ہاشم ملتان فون: 511961 (061)
۱۶	مدرسہ احرار اسلام		بستی شام دین (قائم پور)
۱۷	مدرسہ احرار [illegible]		بستی گودڑی (حاصل پور)
۱۸	مدرسہ احرار اسلام		مسجد سیدنا علی المرتضیٰ، چکڑالہ، ضلع میانوالی
۱۹	مدرسہ معاویہ	مسجد معاویہ	جھنگ روڈ، ٹوبہ ٹیک سنگھ
۲۰	مدرسہ معمورہ		بستی مہر پور ضلع مظفر گڑھ

11 ادارے اپنے اخراجات خود برداشت کرتے ہیں جبکہ **9** اداروں کا کفیل وفاق ہے جن میں با مشاہرہ تعلیم و تدریس اور دیگر امور سرانجام دینے والے افراد کی کل تعداد **30** ہے۔ ان کے اخراجات کا سالانہ تخمینہ **15** لاکھ روپے ہے۔ مستقبل کے تعلیمی، تنظیمی اور تعمیری منصوبوں کی تکمیل پر تقریباً تیس لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ تعاون آپ کریں، دعا اور کام ہم کریں گے [illegible]

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ منی آرڈر
سید عطاء المحسن بخاری
دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بینک ڈرافٹ / چیک
اکاؤنٹ نمبر 29932،
حبیب بینک، حسین آگاہی ملتان

توحید و ختمِ نبوت کے علمبردارو ایک ہو جاؤ !

بانی: رئیس الاحرار امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

انیسویں سالانہ دو روزہ

شہداء ختمِ نبوت کانفرنس

۶ ، ۷ مارچ ۱۹۹۷ء بروز جمعرات ، جمعہ

جامع مسجد احرار ربوہ

زیرِ سرپرستی قائد تحریکِ تحفظ ختم نبوت، شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ

زیرِ صدارت فاتحِ ربوہ ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم

خطباء

* حضرت مولانا عبدالحق چوہان * حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری * مولانا محمد اسحٰق سلیمی * مولانا محمد مغیرہ * پیر سید محمد اسعد شاہ ہمدانی * قاری محمد یوسف احرار * مولانا عزیزالرحمٰن خورشید * مولانا عبدالستار جھنگوی * مولانا ضیاء الرحمٰن * مولانا احمد معاویہ * مولانا عبدالرزاق * مولانا قاری ظہورالرحیم * مولانا قاری عبدالرشید * مولانا محمودالحسن * مولانا ابوریحان * مولانا قاضی محمد طاہر الہاشمی * ابوہند محمد عبداللہ * جناب پروفیسر خالد شبیر احمد * سید محمد کفیل بخاری * عبداللطیف خالد چیمہ * حافظ کفایت اللہ * ابوسفیان تائب * جناب صلاح الدین * سید خالد مسعود گیلانی * جناب جسٹس (ریٹائرڈ) محمد رفیق تارڑ * جناب سید ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ * جناب نذیر احمد غازی ایڈووکیٹ * جناب محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ * جناب ملک ربنواز ایڈووکیٹ * سید محمد ارشد بخاری ایڈووکیٹ * رانا شبیر احمد احرار * جناب مرزا عبدالقیوم * مولانا مشتاق احمد * مولانا عبدالواحد مخدوم * جناب حافظ محمد اسمٰعیل * مولانا محمد زمان * مولوی فیض الرحمٰن * مولانا فقیر اللہ رحمانی * مولانا قاری عبدالخالق * ابو بیسون اللہ بخش احرار * مولانا احتشام الحق معاویہ * محمد شفیع الرحمٰن

پروگرام

6 مارچ بروز جمعرات

پہلا اجلاس :
بعد نمازِ ظہر ، بعد نماز مغرب
مجلس ذکر ، درسِ حدیث
دوسرا اجلاس : بعد نمازِ عشاء

7 مارچ بروز جمعہ

بعد نمازِ فجر : درسِ قرآن کریم
11 بجے قبل از نماز جمعہ تا نمازِ عصر
علماء ، وکلا ، قانون دان ، دانشور ،
اور طلباء خطاب کریں گے۔

زیرِ اہتمام: تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرار اسلام پاکستان

رابطہ فون: ربوہ ۲۱۱۵۲۳، ملتان ۵۱۱۹۶۱، لاہور ۵۷۶۲۹۵۴، ۷۵۶۰۴۵۰، چیچہ وطنی ۶۱۰۹۵۳، ۲۱۱۶۵۷